ستمبر ۱۹۹۰ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

قربِ قیامت سے متعلق نبی اکرمؐ کی پیش گوئیاں اور عالمی اُفق پر تیزی سے تبدیل ہوتی صورتِ حال!

تازہ ملکی اور بین الاقوامی صورتِ حال پر امیر تنظیم اسلامی کے تاثرات

یکے از مطبوعات

تنظیم اسلامی

سانحہ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی
عزیمت و عظمت کی صحیح تصویر

شہیدِ مظلوم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
مناقب اور آپ کی مظلومانہ شہادت
کے بیان پر جامع تالیف

- یہود نے عہدِ صدیقیؓ میں جس سازش کا بیج بویا تھا، آتش پرستانِ فارس کے جوشِ انتقام نے اسے تناور درخت بنا دیا۔
- وہ آج بھی قاتل خلیفۂ ثانی ابولولو فیروز مجوسی کی قبر کو متبرک سمجھتے ہیں
- علی مرتضیٰؓ کی طرح حضرت حسینؓ بھی قاتلینِ عثمانؓ کی سازش کا شکار ہوئے
- سیدالشہداء کون ہیں اور شہیدِ مظلوم کون؟ تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لیے

امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

کی دو بڑی جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں

کا مطالعہ کیجئے

قریبی بک سٹال
سے طلب کیجئے یا ہم سے
منگوائیے

دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت

صرف -/۱۱ روپے (سستا ایڈیشن -/۶ روپے)

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد: ۳۹
شمارہ: ۹
صفر المظفر ۱۴۱۱ھ
ستمبر ۱۹۹۰ء
فی شمارہ -/۵
سالانہ زرتعاون -/۵۰

SUBSCRIPTION RATES OVERSEAS

U S A US $ 12/=
c/o Dr. Khursid A. Malik
SSQ 810 73rd street
Downers Grove IL 60516
Tel : 312 969 6755

c/o Mr. Rashid A. Lodhi
SSQ 14461 Maisano Drive
Sterling Hgts MI 48077
Tel : 313 977 8081

CANADA US $ 12/=
c/o Mr. Anwar H. Qureshi
SSQ 323 Rusholme Rd # 1809
Toronto Ont M6H 2 Z 2
Tel : 416 531 2902

UK & EUROPE US $ 9/=
c/o Mr. Zahur ul Hasan
18 Garfield Rd Enfield
Middlessex EN 34 RP
Tel : 01 805 8732

MID-EAST DR 25/=
c/o Mr. M. Ashraf Faruq
JKQ P.O. Box 27628
Abdu Dhabi
Tel : 479 192

INDIA US $ 6/=
c/o Mr. Hyder M. D. Ghauri
AKQI 4-1-444, 2nd Floor
Bank St Hyderabad 500 001
Tel : 42127

K S A SR 25/=
c/o Mr. M. Rashid Umar
P O. Box 251
Riyadh 11411
Tel : 476 8177

JEDDAH (only) SR 25/=
IFTIKHAR-UD-DIN
Manarah Market,
Hayy-ul-Aziziyah,
JEDDAH.
TEL 6702180

D.D./Ch. To, Maktaba Markazi Anjuman Khudam ul Quran Lahore.
U B L Model Town Ferozpur Rd Lahore.

ادارہ تحریر

شیخ جمیل الرحمن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت: ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰۔ فون: ۸۵۶۰۰۳-۸۵۶۰۰۴
سب آفس: ۱۱۔ داؤد منزل نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی۔ فون: ۲۱۶۵۸۶
پبلشرز: لطف الرحمن خان طابع: رشید احمد چودھری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

❖ عرضِ احوال ———— ۳
———— عاکف سعید

❖ تذکرہ و تبصرہ ———— ۷
عالمی افق پر نئے بدلتے حالات . . . .
ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب جمعہ

❖ الہدیٰ (قسط ۶۸) ———— ۳۹
سورۃ الصف ـــ جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے ضمن میں جامع ترین سورۃ
———— ڈاکٹر اسرار احمد

❖ نبی اکرمؐ بحیثیت داعیٔ انقلاب (قسط ۶) ———— ۵۱
امیر تنظیم اسلامی کا ایک فکر انگیز خطاب

❖ مسلمان نوجوانوں کے لیے آئیڈیل شخصیات ———— ۶۵
نوجوانوں کے ایک اجتماع میں امیر تنظیم اسلامی کا خطاب

❖ رفتارِ کار ———— ۷۱
سوات میں تنظیم اسلامی کا دعوتی کام
———— مرتب : میجر فتح محمد

❖ افکار و آراء ———— ۷۸
مسئلہ زن ـــ ایک غور طلب پہلو
———— علامہ غلام شبیر بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

'حقیقتِ زندگی' کے عنوان سے امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ایک پرانی تحریر ۱۹۸۸ء میں ماہنامہ 'حکمتِ قرآن' کے مارچ کے شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ اس گرانقدر مضمون کا اختتام حضرت بایزید بسطامی کے اس قول پر ہوا تھا کہ " سبحانی ما اعظم شانی "۔ سیاقِ کلام سے چونکہ اس جملے کی تصویب متبادر ہوتی ہے لہٰذا اس سلسلے میں ایک وضاحتی نوٹ امیر تنظیم اسلامی کے ذمے قرض تھا۔ خیال تھا کہ یہ وضاحت تصوف سے متعلق اُس موعودہ مضمون میں شامل کر لی جائے گی جس کا 'میثاق' و 'حکمتِ قرآن' کے قارئین کو شدید انتظار ہے اور جس کے ضبطِ تحریر میں لانے کا ارادہ امیر محترم کم از کم گذشتہ دو برسوں سے باندھ رہے ہیں لیکن خواہش کے باوجود اس عزم کے سعی سے دمساز ہونے کی نوبت چونکہ نہیں آسکی لہٰذا انہوں نے ضروری خیال کیا کہ اس وضاحت کے معاملے کو مزید التواء میں نہ ڈالا جائے۔

مذکورہ بالا قول کے بارے میں یہ وضاحت نوٹ کر لی جائے کہ اِس جملے کا حصّۂ اوّل 'سبحانی' شطحیات کے قبیل سے ہے اور اپنی جگہ اس کے کلمۂ کفر ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ ہاں اس جملے کا دوسرا حصّہ انسان کے مقام اور مرتبے کے اعتبار سے درست اور مبنی بر حقیقت ہے۔ اور فی الاصل اُس مضمون میں متذکرہ بالا جملے کے اِسی حصّے کی تصویب مقصود تھی!

ان دنوں بعض حلقے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ جماعت اسلامی سے علیحدہ ہونے والے اہلِ علم حضرات کا تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار نہ کرنا محض نظامِ بیعت کے سبب سے ہے۔ گویا بیعت کا نظام ان حضرات کی تنظیم اسلامی میں شرکت کی راہ کی اصل رکاوٹ ہے۔ اسے اگر رفع کر دیا جائے تو بقول " آئیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک"!

کا سا نقشہ ہوگا ـــــ یہ بات امرِ واقعہ کے صریحاً خلاف ہے، اور یہ تاثر دینے والے اگر جانتے بوجھتے اس خیال کو عام کر رہے ہیں تو یہ معاملہ صریح دروغ گوئی کے ذیل میں آئے گا، بصورت دیگر شدید ناواقفیت کا مظہر قرار پائے گا۔

تنظیم اسلامی کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اقامت دین کی جدوجہد کے لیے تنظیم اسلامی کے نام سے ایک قافلہ تشکیل دینے کی اوّلین کوشش ۱۹۶۷ء میں ہوئی تھی۔ اُس موقع پر جو قرار دادِ تاسیس مرتّب کی گئی تھی اس کی تصویب کرنے والوں میں جماعت سے کنارہ کش ہونے والے وہ جملہ اہلِ علم اور اکابر شامل تھے جو ۱۹۵۷ء کے اجتماع ماچھی گوٹھ کے موقع پر یا اُس سے متصلاً بعد جماعت سے علیحدہ ہوئے تھے۔ اُس موقع پر نظام کے بارے میں کوئی بات طے نہیں تھی کہ وہ مروّجہ جمہوری اصولوں پر مبنی ہوگا یا بیعت کی بنیاد پر استوار کیا جائے گا! بلکہ اس کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک سات رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔ کمیٹی کے لیے منتخب کئے گئے سات افراد میں سے ایک محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بھی تھے جو جملہ اراکین میں سب سے کم عمر ہونے کے باعث خود کو 'سات میں کا ساتواں' قرار دیتے تھے ـــــ لیکن "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" کے مصداق نظام کی تعیین سے قبل ہی تنظیم کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ اور یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی ـــــ بعد میں ۱۹۷۵ء میں جب محترم ڈاکٹر صاحب نے تنظیم کے بالفعل قیام کے ضمن میں 'اکابر' سے مایوس ہو کر تنہا اس قافلے کو از سرِ نو ترتیب دینے کا بیڑہ اٹھایا[1] تو اُسی قرار داد کو تنظیم کی بنیاد قرار دیا جس پر وہ اکابر صاد کر چکے تھے۔ تنظیم کی اس تشکیلِ جدید کے موقع پر محترم ڈاکٹر صاحب نے ابتدائی تین سال کے عرصے کو عبوری مدت قرار دیتے ہوئے نظام کے معاملے کو بالکل OPEN رکھا۔ حالانکہ نظامِ بیعت کی جانب اُن کا اپنا ذہنی رجحان ۱۹۷۲ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن کی تاسیس کے موقع پر واضح طور پر سامنے آ چکا تھا۔ ابتدائی تین سال نظامِ بیعت کو اختیار نہ کر کے محترم ڈاکٹر صاحب نے جماعت اسلامی سے علیحدہ ہونے والے مذکورہ بالا اکابر کے لیے پورا موقع فراہم کیا تھا کہ وہ آئیں اور آ کر نظامِ جماعت کے مسئلے کو طے کریں۔ ان حضرات

---

[1] اس کی تفاصیل 'عزمِ تنظیم' نامی اس کتابچے میں دیکھی جا سکتی ہیں جو اس سے قبل 'سرافگندیم' کے نام سے دستیاب تھا۔

کے لیے کھلا موقع تھا کہ ان کی رائے اگر نظامِ بیعت کے حق میں نہیں تھی تو وہ اپنے موقف کو دلائل کے ساتھ شرکاءِ تنظیم کے سامنے رکھتے۔ پھر عبوری مدت کے اختتام پر جو اجتماعی رائے سامنے آتی اس کے مطابق نظام اختیار کر لیا جاتا۔ (واضح کہ اس عبوری مدت کے دوران محترم ڈاکٹر صاحب نے خود کو 'امیرِ تنظیم' کی بجائے داعی (CONVENOR) کی حیثیت سے متعارف کرایا تھا اور یہی لقب اختیار کیا تھا)۔ ———— اب اگر ان ابتدائی تین سالوں کے دوران ان 'اکابر' میں سے کسی ایک نے بھی تنظیم اسلامی کی صفوں میں شامل ہونا پسند نہیں کیا تو یہ بات یقینی ہے کہ یہ الزام بالکل بے بنیاد اور بعید از حقیقت ہے کہ ان حضرات کی تنظیم میں عدم شمولیت 'نظامِ بیعت' کے سبب سے ہے۔

" ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے!"

بعض قارئین 'میثاق' کی یہ رائے سامنے آئی ہے کہ محترم نعیم صدیقی کے خط اور اس کے جواب کو شائع نہ کیا جاتا تو بہتر تھا۔ یہ حضرات اس حقیقت کو نظر انداز کر رہے ہیں کہ نعیم صدیقی صاحب نے اپنے خط میں یہ موقف اختیار کیا تھا کہ خط کے تحریر کرنے سے ان کا مقصود ریکارڈ کی درستی ہے۔ ان کے اس موقف کا لازمی تقاضا تھا کہ ان کا خط 'میثاق' میں شائع کیا جاتا۔ اس لیے کہ جس ریکارڈ کو وہ درست کرنا چاہ رہے تھے وہ 'میثاق' ہی کے صفحات کی زینت بنا تھا۔ لہٰذا صحافتی اخلاق کا تقاضا بھی یہی تھا کہ اُن کے خط کو من وعن شائع کر دیا جاتا۔ اور ظاہر بات ہے کہ اُس کے جواب میں اپنی معروضات پیش کرنا ہمارے لیے ضروری تھا کہ تصویر کے دونوں رخ جب تک قارئین کے سامنے نہ ہوں، حقیقت حال کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

امیرِ تنظیم اسلامی، اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکا (ISNA) کی دعوت پر جو براعظم امریکہ اور کینیڈا میں بسنے والے مسلمانوں کی سب سے بڑی تنظیم ہے، اُن کے سالانہ کنونشن میں شرکت کی غرض سے ۲۸ اگست کو حسبِ پروگرام امریکہ روانہ ہو گئے تھے۔ امیرِ تنظیم کو وہاں مہمان مقرر کی حیثیت سے مدعو کیا گیا ہے۔ امریکہ میں ان کا قیام زیادہ سے زیادہ دو ہفتوں پر محیط ہو گا۔ واپسی پر عمرے کی سعادت سے بہرہ مند ہونے کے لیے سعودی عرب ٹھہرنا بھی ان کے پروگرام میں شامل ہے۔ توقع ہے کہ ۲۰ ستمبر تک پاکستان مراجعت ہو گی۔ ان شاء اللہ۔

مقابل ہے آئینہ

کراچی کی آگ کو بھڑکانے میں کس کس کا — کتنا کتنا حصّہ ہے ؟

سقوطِ مشرقی پاکستان کے پندرہ برس بعد — سندھ کیوں جل رہا ہے ؟

پنجابی سندھی کشمکش — مہاجر پٹھان تصادم کیوں بن گئی ؟

کیا اِس شر میں کچھ خیر بھی ہے ؟

سیاسی محرومیوں، انتظامی بے تدبیریوں، حکمرانوں کے آمرانہ طرزِ عمل، اپنوں کی مہربانیوں اور غیروں کی سازشوں کا — بے لاگ تجزیہ

اصلاحِ احوال کی مثبت تجاویز

امیر تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد** کا اہم سلسلہ مضامین

استحکامِ پاکستان اور مسئلہ سندھ

کتابی صورت میں دستیاب ہے

ہر درد مند پاکستانی کے لیے اِس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے

۱۴۴ صفحات، سفید آفسٹ کاغذ، قیمت صرف ۱۵/ روپے

ملنے کا پتہ : ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: ۸۵۶۰۰۳

قربِ قیامت سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں اور عالمی اُفق پر تیزی سے بدلتے حالات!

۱۶ اگست کے خطابِ جمعہ میں تازہ ملکی اور بین الاقوامی صورتِ حال پر امیر تنظیم کے تاثرات

ترتیب وتسوید: حافظ خالد محمود خضر

آج مجھے تین امور اور مسائل پر گفتگو کرنا ہے جن کا تعلق پاکستان' عالم اسلام اور بین الاقوامی حالات سے ہے۔ معروف اصطلاحات میں اسے حسنِ اتفاق کہا جائے گا لیکن دراصل ایمان کے نقطۂ نظر سے اس کائنات میں کوئی چیز بھی اتفاقاً وقوع پذیر نہیں ہوتی اور ہر واقعہ جو رونما ہوتا ہے اس کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی مشیت کارفرما ہوتی ہے ـــــــ کہ انہی تین مسائل پر پچھلے چار جمعوں سے گفتگو ہو رہی ہے۔ اپنے بیرونی سفر سے واپسی کے بعد عید الاضحیٰ کے مختصر خطبہ میں میں نے کچھ مسائل و معاملات کا انڈکس پیش کیا تھا۔ اس کے بعد میں نے یہاں کل چار جمعے ادا کئے۔ ان میں جو مسائل پیش کئے گئے اور ایک خطابِ جمعہ میں قرآن اکیڈمی میں مَیں نے ان کا خلاصہ بیان کرنے کی کوشش کی' آج کے تینوں مسائل کا تعلق بھی کم و بیش انہی سے جڑ جاتا ہے۔

میں نے غور کیا تو ان تینوں مسائل میں عجیب نسبت و تناسب نظر آیا کہ دو اعتبار سے ان میں عکسی ترتیب ہے۔ یعنی ایک طرف پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے اعتبار سے اس عرصے میں اہم ترین واقعہ رونما ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان کے فوجداری قانون میں ایک بڑی بنیادی ترمیم ہو گئی ہے۔ بظاہر یہ معاملہ بہت چھوٹا نظر آ رہا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ لوگوں نے اس کی اہمیت کی طرف توجہ دی ہو' چنانچہ پریس میں بھی اس پر کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی ہے' لیکن درحقیقت یہ پاکستان میں نفاذِ اسلام کے ضمن میں بہت اہم پیش رفت ہے اور اس اعتبار سے یہ آج کے تینوں مسائل میں سے اہم ترین ہے۔ ہمارے ہاں قتل کے مقدمات میں گزشتہ صدی سے جو 'رومن لاء' نافذ چلا آ رہا تھا' وہ اسلام

کے قصاص و دِیَت کے قانون کے بالکل خلاف تھا۔ اسی طرح خود دستورِ پاکستان میں کئی چیزیں ایسی چلی آ رہی تھیں جو شریعت کے صریح مخالف تھیں۔ ان میں ایک بڑی بنیادی تبدیلی ہوئی ہے جس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ دوسری طرف اگر بالکل انتہا کو دیکھا جائے تو پورے عالمِ انسانی اور اس کے مستقبل کے اعتبار سے اور بالخصوص عالمِ اسلام اور اس میں سے بھی 'اخص الخواص' عالمِ عرب کے اعتبار سے یہ اہم ترین واقعہ ہوا ہے کہ جو عراق نے کویت پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا ہے اور اب اس کی ایک بہت بڑی فوجی طاقت سعودی عرب کی سرحد پر ہے۔ اور جواباً اسلحہ اور نفری کے اعتبار سے امریکہ کی بہت بڑی طاقت اب سعودی عرب میں آ چکی ہے۔ مزید برآں پاکستان کی بقا کے اعتبار سے یہ بہت اہم معاملہ ہے جو پاکستان میں حکومت کی تبدیلی ہوئی ہے' بلکہ اس سے بھی صحیح طور پر کہنا چاہئے کہ جمہوریت' سیاست اور حکومتی معاملات میں پھر جو ایک انقلاب آیا ہے۔ تو یہ تیسرا مسئلہ بھی بہت اہم ہے لیکن میرے نزدیک مقدّم الذّکر دونوں معاملات دو اعتبار سے اہم ترین ہیں۔

عالمی سطح پر تبدیلیاں اور احادیثِ نبویؐ میں وارد پیش گوئیاں

اب میں سب سے پہلے اس معاملے کے ضمن میں اپنا تأثر آپ کے سامنے نقل کر دوں کہ جو عالمی اعتبار سے اور پھر عالم اسلام اور خصوصاً عالم عرب کے اعتبار سے اہم ترین ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت عالمی حالات میں جس حیرت انگیز رفتار کے ساتھ تبدیلیاں آ رہی ہیں ان کے بارے میں کچھ دن پہلے تک بھی کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ صورت حال ہو جائے گی اور امریکہ کی اتنی بڑی فوجی قوت سعودی عرب میں آ اترے گی۔ ع

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!

معلوم ہوتا ہے کہ اب بین الاقوامی اہمیت کے یہ جو واقعات اتنی تیز رفتاری کے ساتھ وقوع پذیر ہو رہے ہیں ان کا بڑا گہرا تعلق ہے قربِ قیامت کی اُن پیشین گوئیوں سے کہ جو محمدؐ رسول اللہ کی بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ جو حضرات یہاں جمعے میں مستقل طور پر شرکت فرماتے ہیں ان کے علم میں ہے کہ میں نے ان کا بارہا حوالہ دیا ہے اور میرا یہ اصول ہے اور میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دی کہ جو بات جہاں سے حاصل ہوئی ہو اسے ہمیشہ اُسی حوالے سے بیان کیا ہے۔ میں نے احادیثِ نبویہ کا اتنا

تفصیلی مطالعہ نہیں کیا کہ جس کے نتیجے میں میں یہ دعویٰ کر سکوں کہ یہ میرے مطالعہ و تحقیق کا ماحصل ہے۔ یہ بات میں نے جب بھی بیان کی ہے مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔ وہ شیخ الحدیث تھے 'صحاحِ ستہ ان کے مستقل مطالعہ میں رہتی تھیں اور ان کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث میں بھی ان کو ممارست تھی۔ انہوں نے ایک مرتبہ گفتگو میں یہ بتایا تھا کہ قیامت کے قریب جو جنگیں ہونے والی ہیں ان کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں جو پیشین گوئیاں ہوئی ہیں ان سب کو جمع کر کے ان کے مابین ربط و ترتیب قائم کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پہلے تو ایک بہت ہی ہولناک 'بہت خون ریز اور بہت بڑی جنگ ہو گی 'جس میں ایک طرف مسلمان 'یہودی اور عیسائی یکجا ہوں گے اور دوسری طرف بھی ایک بڑی عیسائی طاقت ہو گی جن کے مابین مقابلہ ہو گا۔ اس خون ریز جنگ کے نتیجے میں اتنے بڑے پیمانے پر انسانی جانوں کا اتلاف ہو گا کہ ایک پرندہ سینکڑوں میل تک پرواز کرے گا اور اسے سوائے لاشوں کے اور کچھ دکھائی نہ دے گا۔ اس ہولناک تباہی کے بعد بالآخر فتح اس 'اتحادِ ثلاثہ' کو ہو جائے گی جس میں یہودی 'عیسائی اور مسلمان تینوں یکجا ہوں گے۔

نزولِ مسیح اور عالمی غلبۂ اسلام

اس کے بعد پھر ایک دوسرا دور آئے گا کہ فتح کے نشے میں یہودی مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے تاکہ اپنے لئے فیصلہ کن فتح حاصل کر سکیں۔ یعنی جس طرح تمام اتحادوں کا منطقی انجام ہوتا ہے کہ وہ کسی مخالف قوت کی موجودگی میں قائم رہتے ہیں لیکن کامیابی حاصل ہونے کے بعد ٹوٹ جاتے ہیں 'اسی طرح فتح حاصل ہونے کے بعد اس اتحاد کے اندر رخنہ پیدا ہو جائے گا اور یہودی مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں گے اور پھر وہ دور آئے گا کہ جس کی خبریں نزولِ مسیحؑ کے ضمن میں احادیث میں آئی ہیں۔ یہودیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا بے پناہ نقصان ہو گا 'ان سے انہیں بے انتہا تکلیف پہنچے گی۔ لیکن اس کے بعد حضرت مسیحؑ کا نزول ہو گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی خصوصی مشیت اور خصوصی امداد سے صورت حال یکسر تبدیل ہو جائے گی۔ اس لئے کہ حضرت مسیحؑ کے بارے میں تو بعض احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جہاں تک ان کی نگاہ جائے گی 'سب کچھ پگھل کر نسیاً منسیاً ہو جائے گا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ

آج جو تصور ' لیزر بیم ' کا ہے اور اس کے حوالے سے جو تباہی پھیلتی ہے بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیحؑ کی نگاہ کے اندر وہ صلاحیت پیدا کردے۔ ان کا تو پورا وجود ہی ایک معجزہ تھا۔ ان کی ولادت سے لے کر رفعِ سماوی تک' اور حیاتِ زمینی کے دوران بھی انہیں جو معجزے عطا ہوئے' وہ حسّی معجزات میں بلند ترین ہیں۔

بہرحال خوں ریز جنگوں کے یہ دو دَور ہوں گے۔ اس کے بعد اسلام کا غلبہ ہو گا۔ یہودیت کا تو مکمل خاتمہ ہو جائے گا اور ایک ایک یہودی کو ختم کردیا جائے گا' لیکن پھر عیسائی اور مسلمان ایک ہو جائیں گے یعنی عیسائیت اسلام میں ضم ہو جائے گی اور حضرت مسیحؑ کے بارے میں جو مغالطے ہیں وہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ عیسائیوں کو بھی پتہ چل جائے کہ وہ الوہیت میں شامل نہیں' بلکہ بشر ہیں۔ وہ عام انسانوں کی طرح رہیں گے۔ وہ نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور امّتِ مُسلِمہ کے اُس وقت کے جو قائد ہوں گے ان کی امامت میں نماز بھی پڑھیں گے۔ ان کی یہ آمدِ ثانی' جیسا کہ میں نے اپنی تقریروں میں بارہا عرض کیا ہے' صرف یہودیوں کی سرکوبی اور ان کے استیصال کے لئے ہوگی۔ کیونکہ یہود نے اپنے رسول (حضرت مسیحؑ) کا نہ صرف انکار کیا اور ان کی دعوت کو ردّ کیا بلکہ انہیں ـــــ معاذ اللہ ـــــ وَلَدُ الزّنا' مرتد' کافر اور واجب القتل قرار دے کر اپنی حد تک تو بہرحال سولی پر چڑھا دیا لہٰذا وہ بحیثیتِ قوم بد ترین عذابِ استیصال کے مستحق ہو چکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے عذابِ استیصال کے فیصلہ کی تنفیذ ایک معیّن مدّت تک کے لئے ملتوی کی گئی ہے اور حضرت مسیحؑ کا نزولِ ثانی دراصل اسی مقصد کے لئے ہوگا۔ اس کے بعد اسلام کا غلبہ ہوگا' جس کا میں نے بارہا احادیث کے حوالے سے تذکرہ کیا ہے کہ پورے روئے ارضی پر کوئی کچا یا پکا مکان اور کوئی خیمہ تک ایسا باقی نہ رہے گا جس میں کلمۂ اسلام داخل نہ ہو جائے۔ حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ یعنی حضرت مسیحؑ کو صلیب دیئے جانے کا عقیدہ جو عیسائیت کی علامت ہے' ختم ہو جائے گا اور عیسائیوں نے شریعت میں تحریف کر کے خنزیر کے گوشت کو جو حلال کر رکھا ہے اس کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ بہرحال اسلام کا یہ عالمی غلبہ تو ابھی ذرا دُور کی بات ہے' لیکن جو بات اس وقت سر پر آئی ہوئی ہے وہ پہلی دو جنگوں کا معاملہ ہے۔ احادیثِ نبویہ میں جو پیشین گوئیاں کی گئی تھیں وہ کچھ عرصہ پیشتر تک

تو بڑی عجیب لگتی تھیں ۔ کسی جنگ میں یہودی ' عیسائی اور مسلمانوں کا یکجا ہو کر ایک فریق بننا ناقابلِ قیاس نظر آ رہا تھا' لیکن اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سامنے کی بات تھی۔ آج سے پچاس سال پہلے یہ تصور نہیں ہو سکتا تھا کہ یہودی ریاست قائم ہو جائے گی اور یہ پوری دنیا سے کھنچ کھنچ کر ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ اور یہ سب کچھ کس لئے ہوا ہے؟ میں نے بارہا عرض کیا ہے کہ اسرائیلی ریاست کے قیام میں کیا مشیتِ الٰہی نظر آتی ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کے آخر میں الفاظ وارد ہوئے ہیں: "فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا" یعنی ہم تمہیں لپیٹ کر لے آئیں گے ' ایک جگہ یکجا کر دیا جائے گا ــــــ یہاں تک کہ وہی ارضِ مقدس جو اُن کے لئے ارضِ موعود تھی ' وہی ان کا اجتماعی قبرستان بن کر رہے گی۔

ناسٹرڈیمس کی پیشین گوئیاں

اسی موضوع کے ساتھ تعلق جڑ جاتا ہے میری اُن تقریروں کا جو میں نے سپین سے واپسی کے بعد یہاں کیں ــــــ اور جن کا خلاصہ ۳۱ ر جولائی کے ' ندا ' میں شائع ہو چکا ہے ۔ میری ان تقریروں میں سولہویں صدی عیسوی کے فرانسیسی عیسائی راہب ' ناسٹرڈیمس ' کی کچھ پیشین گوئیوں کا تذکرہ آیا تھا' جن کے حوالے سے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ۱۹۹۴ء سے ۱۹۹۸ء تک بہت بڑی عالمگیر جنگ کا امکان ہے۔ اور اس وقت حالات واقعتاً حیران کن حد تک یہی رخ اختیار کر رہے ہیں۔ ناسٹرڈیمس کی پیشین گوئیوں کے مطابق یہی زمانہ انٹی کرائسٹ (Anti Christ) کے ظہور کا ہے' جو عربوں میں سے ہوگا۔ ان کا انٹی کرائسٹ کا تصور وہی ہے جو ہمارے ہاں ' مسیح دجال ' کا ہے۔ ان پیشین گوئیوں کو مرتب کر کے ویڈیو فلم کی شکل دینے والوں نے یہ غلط تأثر ظاہر کیا ہے کہ یہ انٹی کرائسٹ مسلمانوں میں سے ہوگا۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ مسیحی دنیا اس وقت اس کا اطلاق صدام پر کر رہی ہوگی۔ اور اس کی شخصیت سے واقعتاً نہ صرف پوری عیسائی دنیا پر خوف و ہیبت طاری ہو چکی ہے' بلکہ خود عالمِ عرب بھی لرزہ براندام ہے۔

عالمِ عرب میں امریکی استعمار کا نیا مرکز

اس وقت عالمی حالات میں جو ڈرامائی تبدیلیاں آ رہی ہیں ان میں اہم ترین بات یہ ہے کہ اس وقت امریکہ کی فوجی قوت اور فوجی نفری کا اتنا بڑا اجتماع جو سعودی عرب کے اندر ہو رہا ہے'

تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی ۔ ہندوستان کے ایک نوجوان صحافی ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے ۔ انہوں نے مجھے ' نئی دنیا ' نامی پرچہ دکھایا جس میں امریکہ سے سعودی عرب آنے والے دیوہیکل ہرکولیس طیاروں کا جو تانتا بندھا ہوا ہے اس کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے امریکہ اور سعودی عرب کے مابین ایک فضائی پُل قائم ہوگیا ہے ۔ ساری دنیا کو معلوم ہے کہ سعودی عرب ابھی تک امریکہ کو اپنے ہاں فوجی اڈوں کے قیام کی اجازت دینے پر آمادہ نہیں تھا ۔ ' Pentagon ' کے قائدین اس پر ہمیشہ پیچ و تاب کھاتے رہتے تھے کہ یہ سعودی حکومت ہمارے ہی سہارے پر تو قائم ہے ' ہمارے بغیر اس کا کوئی وجود نہیں لیکن یہ اپنے ہاں ہمارے کسی فوجی کو اترنے نہیں دے رہے اور ہمارا کوئی اڈا نہیں بننے دے رہے ۔ لیکن یہ جو اچانک صورت حال پیدا ہوئی ہے ' میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے ۔ ظاہر بات ہے کہ فوجوں کا کہیں آنا تو آسان ہوتا ہے ' لیکن پھر واپس جانا آسان نہیں ہوتا ۔ ان کے تو وہاں مستقل پنجے گڑ جاتے ہیں ۔ چنانچہ اس وقت امریکی استعمار کا ایک بہت بڑا مرکز عالمِ عرب کے اندر قائم ہوگیا ہے جس کی کچھ دن پہلے بھی توقع نہ تھی ۔ ایک عالمی سپرپاور نے اپنے پنجے بڑی مضبوطی سے عالم عرب کے سینے میں گاڑ دیئے ہیں ۔ اس سے پہلے تو ہم اسرائیل کو کہتے تھے کہ یہ امریکہ کے پنجے ہیں جو یہاں گڑے ہوئے ہیں اور گویا اسرائیل U.S.A ہی کی ایک ریاست ہے ۔ اب معلوم ہوا ہے کہ سعودی عرب کی حیثیت بھی اس سے زائد نہیں ہے ۔ صرف ایک پردہ پڑا ہوا تھا جو اب اٹھ گیا ہے ' جس طرح ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں پردہ اٹھا تھا جب امریکہ کی طرف سے اسرائیل کو فوجی سازوسامان اس قدر تیز رفتاری کے ساتھ سپلائی کیا گیا تھا کہ مصر نے جو جنگ تقریباً جیت لی تھی ' وہ اس کی شکست میں تبدیل ہوگئی ۔ چنانچہ وہ جنگ اسرائیل نے نہیں ' بلکہ دراصل امریکہ نے جیتی تھی ۔ ورنہ اسرائیل کو تو مصر کے ہاتھوں شکستِ فاش ہو چکی تھی ۔ اور مصر نے رمضان ۷۳ء کی اس جنگ میں شکست کا وہ دھبّہ دھو دیا تھا جو ۱۹۶۷ء میں اس کی پیشانی پر لگا تھا ۔۔ اور اُس وقت اگر امریکہ اسرائیل کے تحفظ کے لئے نہ آتا تو اسرائیل کا وجود تک باقی نہ رہتا ' سو یہ جو بھی استعمار ہے جس کی علامت امریکہ ہے ' اس کے یہ دو بازو ہیں ایک بازو اگر اسرائیل ہے تو دوسرا عرب ممالک ہیں یا امریکہ کے اتحادی وہ شیخ ہیں جو اپنی حکومتوں کا وجود قائم رکھنے میں یہاں تک آگے جاسکتے ہیں کہ انہوں نے وہ پردہ بھی

اٹھا دیا اور امریکی افواج کو اتنے بڑے پیانے پر اپنے ہاں آنے کی اجازت دے دی۔

کیمیائی اور ایٹمی جنگ کے خطرات

اس صورت حال کا اب جو کچھ نتیجہ سامنے نظر آ رہا ہے وہ انتہائی خوفناک ہے۔ ویسے تو اس وقت پوری دنیا میں جو اس قدر خطرناک ہتھیار جمع کر لئے گئے ہیں' ان کے بارے میں میں نے بارہا کہا ہے کہ اگر غلطی سے بھی کہیں ٹریگر دب جائے تو کتنے ہولناک نتائج ہوں گے! ایک دفعہ اگر میزائل چھوٹ جائیں تو پھر ان کو واپس لانے والا تو کوئی ہے نہیں۔ اور اگر ایسا ہو جائے تو جوابی حملہ کیسے روکا جا سکتا ہے؟ ـــــ لیکن اب تیسری جنگِ عظیم کی صورت حال سمٹ کر شرقِ اوسط میں پیدا ہو گئی ہے۔ اور یہ بھی نوٹ کر لیجئے کہ یہ بات واضح طور پر سامنے آ چکی ہے کہ اگر ایک طرف سے کیمیائی ہتھیار استعمال کئے گئے تو دوسری طرف سے کیمیائی کے ساتھ ساتھ ایٹمی ہتھیار بھی استعمال ہوں گے۔ اس کی امریکہ نے صاف دھمکی دے دی ہے اس لیے کہ عراق کے پاس ایٹم بم تو ہے نہیں' کیونکہ اس کے ایٹمی ری ایکٹر اسرائیل نے پہلے ہی تباہ کر دیئے ہیں۔ البتہ اس کے پاس جو خطرناک ترین ہتھیار ہیں وہ کیمیائی ہتھیار ہیں۔ ان کا استعمال عراق نے کچھ عرصہ پہلے اپنے ہی علاقے کی کُرد آبادی پر کیا ہے جہاں سائنائیڈ بموں کے ذریعے سے پوری آبادی کو ختم کر دیا گیا۔ ۴۰۰۰ نفوس پر مشتمل قصبہ تہس نہس ہو گیا اور وہاں ایک بچہ تک زندہ نہیں بچا۔ عراق نے یہی کیمیائی ہتھیار استعمال کرنے کی دھمکی اسرائیل کو دی تھی' جس پر امریکہ نے اسے خبردار کیا ہے کہ اگر اس نے ایسا کیا تو اس کا جواب ایٹمی حملے سے دیا جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ کیمیائی ہتھیار بھی امریکہ کے پاس عراق کے مقابلے میں سینکڑوں گنا زیادہ موجود ہیں۔ تو یہ وہ خوفناک تباہی ہے جس کا نقشہ ان احادیث میں کھینچا گیا ہے۔ اللہ نہ کرے کہ موجودہ صورت حال یہ رخ اختیار کر لے۔

کیا روس خاموش رہے گا؟

اس صورت حال کے ایک اور پہلو کو بھی سمجھ لیجئے کہ اس سارے معاملے میں ابتدائی حماقت اگرچہ عراق نے کی ہے کہ اس نے جارحانہ انداز میں کویت کے خلاف اقدام کیا ہے' لیکن اس کے بعد جو صورت اب بن گئی ہے اس کو بہانہ بنا کر اور سعودی عرب کے تحفظ کے نام پر جس طریقے سے امریکہ اپنے سارے ہتھیاروں کے ساتھ آ گیا ہے اور اس نے شرقِ

اوسط میں سعودی عرب کی سرزمین پر اپنے پنجے گاڑ لئے ہیں' تو اب عراق کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے کہ وہ پیچھے ہٹے اور بالکل دیوار کے ساتھ لگ کر (Back to the Wall) جنگ کرے۔ اس کے سوا اس کے لئے کوئی اور راستہ نہیں۔ چنانچہ وہ اس غرض سے ایران کے ساتھ اپنے تعلقات معمول پر لانے کی کوشش کر رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر سے مجھ پر جنگ ٹھونسی جائے یا کوئی معاملہ پیش آ جائے تو پیچھے سے ایرانی خنجر گھونپ دیں۔ اس لئے کہ دس برس تک ان کے ساتھ بڑی شدید جنگ رہی ہے اور نفرت اور انتقامی جذبے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہیں۔ لیکن اس سے اہم تر یہ بات ہے کہ وہ اب پیچھے ہٹ کر جس دیوار کے ساتھ لگے گا وہ روس کی دیوار ہے۔ روس اس سے زیادہ دور نہیں۔ اس کی تیس ڈویژن فوج تو ایران کی سرحد پر ہمیشہ موجود رہی ہے۔ آپ کو یاد ہو گا ۸۵-۱۹۸۴ء میں امریکہ میں 'Rapid Deployment Force' کا ایک تصوّر بڑی قوت کے ساتھ ابھرا تھا۔ وہاں یہ محسوس کیا گیا تھا کہ روس کو تو اس اعتبار سے بڑی فوقیت حاصل ہے کہ وہ ایران کی سرحد پر بیٹھا ہوا ہے' اسے خلیج تک پہنچنے میں چند گھنٹے لگتے ہیں اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں اتنے ہزاروں میل پر کہ ہمیں تو تین چار دن لگ جائیں۔ چنانچہ خلیج کے علاقے میں اپنی مؤثر موجودگی (Effective Presence) ظاہر کرنے کے لئے انہوں نے اپنے کچھ اڈے قائم کئے تھے۔ اُس وقت انہوں نے چاہا تھا کہ سعودی عرب سے بھی کچھ اڈے لئے جائیں لیکن سعودی عرب نے انکار کیا جس پر وہ اب تک جھنجھلاتے رہے ہیں۔

اب جو یہ صورت حال تبدیل ہوئی ہے کہ امریکہ عین گڑھ کے اندر آ چکا ہے تو ظاہر ہے کی روس اپنی تمام تر کمزوریوں' معاشی مشکلات اور اندرونی خلفشار کے باوجود اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایسی چیزیں تو اس قسم کے خلفشار کو دور کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ ایک سپرپاور کا مڈل ایسٹ کے ایک ملک میں اپنی بالفعل موجودگی اتنے بڑے پیمانے پر ثابت کر دینا دوسری سپرپاور کے لئے ہرگز کسی درجے میں بھی قابل قبول نہیں ہو گا۔ اس حوالے سے نوٹ کیجئے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ امریکہ کے سابق صدر نکسن نے اپنی کتاب '۱۹۹۹' میں مغربی دنیا سے یہ بات کہی تھی کہ بغلیں مت بجاؤ! گورباچوف کے بارے میں یہ مت سمجھو کہ وہ کوئی کمزور آدمی ہے یا جو کچھ وہ کر رہا ہے اس سے روس کمزور ہو جائے گا۔ بلکہ وہ ان اصلاحات وغیرہ کے نتیجے میں پہلے سے زیادہ بڑی طاقت بن کر ابھرے گا ——— یہ نکسن

کا خیال ہے اور واللہ اعلم غلط ہے یا درست! لیکن نکسن ایک بہت بڑی عالمی شخصیت ہے۔ پوری صورت حال پر نظر رکھنے کے لئے اس کے پاس وسائل و ذرائع ہیں' وہ امریکہ کا صدر رہا ہے۔ اس کا یہ کہنا ہے کہ روس پہلے سے زیادہ طاقتور بن کر نکلے گا اور مغرب کو اصل میں تو اپنا صحیح مدِّ مقابل اب ملا ہے۔ یہ ہے نکسن کا تجزیہ' ۱۹۹۹ 'نامی کتاب میں۔

یہ وہ صورت حال ہے جس میں پتہ چلتا ہے کہ آئندہ جنگ عظیم میں دوسری بڑی قوت بھی عیسائی ہوگی کیونکہ روسی بھی تو اصلاً عیسائی ہیں۔ اس کمیونسٹ ملک میں چند لاکھ افراد ہیں جو کمیونسٹ پارٹی کے ممبر ہیں۔ آبادی کی اکثریت تو عیسائی ہے' وہاں ان کے چرچ ہیں۔ یہودی تو رفتہ رفتہ وہاں سے نکل کر اسرائیل میں جمع ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کا علاقہ تو بہت تھوڑا تھا مگر ان کی بھی برین واشنگ اتنی بری طرح سے ہوئی ہے کہ اپنا مسلمان ہونا بھی شاید ان میں سے تھوڑے لوگوں کو یاد رہ گیا ہو۔ اس وجہ سے اب یہ نقشہ جم گیا ہے کہ ایک طرف روس اور اس کے ساتھ ایران و عراق ہوں گے۔ بعض عرب ممالک نے عراق کا ساتھ دینے کا اقرار کرلیا ہے۔ ان میں اردن کا عراق کی حمایت کا اعلان بہت حیران کن ہے۔ یمن تو کھلم کھلا عراق کا ساتھی ہے۔ قذافی صاحب ابھی خاموش ہیں' انہوں نے غالباً ابھی واضح طور پر اپنا وزن اس پلڑے میں ڈالنے کا فیصلہ نہیں کیا۔ باقی عرب ممالک کی بھی از سر نو صف بندی (Re-alignment) ہو رہی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ حدیثِ نبویؐ میں جنگی فریقین کا جس طرح تذکرہ آیا ہے' وہ صورت حال اب پیش آئے گی۔

آپ کو معلوم ہے کہ امریکہ نے افغانستان میں اگرچہ اپنا آدمی کوئی نہیں مروایا' لیکن اس طرح بے دریغ پیسہ کس لئے خرچ کیا؟ اگر معاملہ صرف اندرونی رہتا کمیونسٹوں اور افغان مجاہدین کے مابین تو یہ شکل نہ ہوتی۔ وجہ یہی تھی کہ وہاں روسی افواج کے آجانے سے طاقت کا توازن بگڑ گیا تھا۔ اسی بات نے امریکہ کو فیصلہ کن جنگ کرنے پر مجبور کیا۔ اسی طریقے سے اب یہ صورت پوری طرح معکوس ہو گئی ہے کہ اب امریکہ اس سے بھی زیادہ زور دار انداز میں شرقِ اوسط میں خلیج کے مغربی ساحل کے پاس آموجود ہوا ہے اور اندازہ یہی ہے کہ روس اسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کرے گا۔ واللہ اعلم! چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف پیشین گوئیاں شاید سچ ثابت ہوں اور بہت جلد ایک بہت بڑی عالمی جنگ چھڑ جائے۔ اور عالمی جنگ ان معنوں میں عالمی جنگ نہیں ہوتی کہ پوری دنیا اس کی لپیٹ میں آجائے۔

پہلی عالمی جنگ میں اصل میدانِ جنگ یورپ بنا تھا یا کچھ حصہ ایشیا اور افریقہ کا۔ لیکن ایشیا کا بہت بڑا علاقہ اس سے متأثر نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح دوسری عالمی جنگ کے اندر بھی اصل تباہی و بربادی تو یورپ کی ہوئی ہے۔ بعض دوسرے ممالک بھی اس کی لپیٹ میں آئے لیکن یہ اس معنی میں عالمی جنگ نہیں کہلاتی کہ پوری دنیا اس میں شامل تھی۔ آئندہ جنگ بھی اس لحاظ سے تو عالمی جنگ ہوگی کہ سماجی' سیاسی اور معاشی و اقتصادی اعتبار سے اس کے نتائج عالمگیر ہوں گے' لیکن یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کا میدانِ جنگ مشرقِ وسطیٰ بنے گا۔ یورپ والے اس اعتبار سے ہوشیار ہو چکے ہیں کہ اب وہ اپنے براعظم کو میدان جنگ بننے نہیں دیں گے۔ اب جو ہتھیار آزمائے جائیں گے وہ یہیں عالم عرب اور عالم اسلام میں آزمائے جائیں گے۔ میں نے آپ کو علّامہ اقبال کا یہ شعر کئی بار سنایا ہے ۔

از خاکِ سمرقندے ترسم کہ دگر خیزد
آشوبِ ہلاکوئے ' ہنگامۂ چنگیزے

یہ علّامہ اقبال کی پیشین گوئی ہے کہ روس کی طرف سے وہی قوتیں ایک بار پھر عالم اسلام کی تباہی و بربادی کے لئے اٹھیں گی جو ایک بار چنگیز اور ہلاکو کی صورت میں خلافتِ بنی عباس کے مرکز بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا چکی ہیں۔

قرآنی آیات کی روشنی میں احتساب کی ضرورت

اب میں چاہتا ہوں کہ میں نے اس ضمن میں جو آیات منتخب کی ہیں' آپ کی توجہ ان کی طرف مبذول کرا دوں سورۂ انبیاء اس اعتبار سے بڑی عجیب سورۃ ہے کہ اس کا آغاز بھی بڑے چونکا دینے والے الفاظ سے ہوتا ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ○

"لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب آن پہنچا ہے لیکن وہ غفلت میں اعراض کئے جا رہے ہیں"

یعنی کچھ فکر ہی نہیں' مست ہیں' عیش کر رہے ہیں' اپنے دنیوی معاملات میں الجھے ہوئے ہیں' اپنے ذاتی یا گروہی مفاد سے اوپر کچھ سوچتے ہی نہیں' اپنی آخری منزل کا کسی کو کچھ فکر نہیں۔ سورۂ انعام میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جو قومیں ہلاک ہونے والی ہوتی ہیں' انہیں

عذاب کے جھٹکے بھی لگتے ہیں تو اللہ کے حضور گڑگڑانے اور توبہ کرنے کے بجائے ان کے دل اور سخت ہو جاتے ہیں۔ اسی کا نقشہ سورۂ انبیاء کی اس دوسری آیت میں ہے:

مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ○

"نہیں آتی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی تازہ نصیحت مگر وہ اسے سننے کے باوجود کھیل کود میں لگے ہوئے ہیں"۔

اللہ کا کلام تو قدیم ہے' حادث نہیں ہے لیکن چونکہ نزول کے اعتبار سے ایک آیت کے بعد دوسری آیت نازل ہو رہی تھی' اس لئے کہا گیا کہ ہر نئی نصیحت اور تذکیر جو خدا کی طرف سے آ رہی ہے وہ اس کو سنتے ہیں لیکن اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔

یہ چیزیں بارہا بیان کی جا چکی ہیں۔ ہمارے ہاں جو حالات و واقعات پیش آ رہے ہیں ان سے کتنے لوگ ہیں جو جاگے اور ہوش میں آئے ہیں؟ مشرقی پاکستان کا سقوط سب کے سامنے ہے' اس سے کس نے سبق حاصل کیا اور اس کے نتیجے میں کس کی زندگی میں تبدیلی آئی؟ کس نے اپنے بجٹ کی تخصیص (Allocation) میں کچھ تبدیلی کی ہے؟ بجٹ سے میری مراد ہمارے مال کے علاوہ ہمارا وقت' ہماری توانائیاں' ہماری صلاحیتیں اور ہماری استعدادیں' انہی کو ہم نے خرچ کرنا ہے ---------- یا دنیا کے لئے' یا عقبیٰ کے لئے۔ تو ہم میں سے ہر شخص اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہ ۷۱ء کے اتنے بڑے المیے کے بعد اس نے اس کا کیا اثر قبول کیا ہے؟ اور اس کے 'Budget Allocation' کے اندر کیا فرق واقع ہوا ہے؟ میں خاص طور پر ان حضرات سے عرض کر رہا ہوں جو میرے دروسِ قرآن اور خطاباتِ جمعہ میں مستقل شرکت کرتے ہیں۔ میں نے آپ سے ہمیشہ قرآن و حدیث کے حوالے سے گفتگو کی ہے۔ کلام پاک اور حضورؐ کے فرمودات ہی میری دو آنکھیں ہیں۔ ایسی کوئی جگہ شاید اور نہ ہو جہاں اس طریقے سے قرآن کریم کے ذریعے سے تذکیر ہو رہی ہو جیسے ہمارے ہاں ہوتی ہے۔ لیکن کتنے لوگوں کی زندگیوں میں تبدیلی آئی ہے؟ صورت وہی ہے: اِسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ"۔ سنتے تو ہیں لیکن توجہ نہیں ہے۔ ایک کان سے سنا' دوسرے سے نکال دیا۔ ایک کے بعد دوسری بڑی آیت آ رہی ہے۔ مسلسل درس میں اب ہم سورۂ مرسلات تک پہنچ چکے ہیں جس کی آخری آیت ہے: فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ "اب اس کے بعد ایسی اور کون سی بات ہے جس سے یہ لوگ ایمان لائیں گے؟" اللہ کی کتاب' اللہ کا

کلام انہیں نہیں جگا سکا اور انہیں کون جگائے گا اور کون سی بات ہے جس سے وہ ہوش میں آئیں گے اور ایمان لائیں گے۔ تو یہ بات میں آپ سے خاص طور پر ذکر کر رہا ہوں کہ سورۂ انبیاء کی ان ابتدائی دو آیات کے حوالے سے ہر شخص خود سوچے اور اپنا احتساب کرے! سورۂ سجدہ میں تو یہ الفاظ آئے ہیں:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ○

"اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس کو تذکیر کرائی جائے اس کے رب کی آیات کے ذریعے سے اور پھر وہ اس سے اعراض کرے؟ ایسے مجرموں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے!"

اب ہم سورۂ انبیاء ہی کے آخری رکوع کی پہلی چار آیات کا مطالعہ کرتے ہیں جو آج کے موضوع سے بہت زیادہ متعلّق ہیں۔ ان میں پہلے تو ایک نویدِ جانفزا ہے ہم میں سے ہر اُس شخص کے لئے جو سنے اور متوجّہ ہو جائے اور اپنی زندگی کا رخ بدل لے۔ ارشاد ہوا:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ

"پس جو کوئی بھی نیک عمل کرے اور وہ مومن بھی ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہ ہوگی!"
اللہ تعالیٰ بہت ہی قدر دان ہے' قدر افزائی فرمانے والا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے محنت کرو' اس کے دین کی اقامت کے لئے توانائیاں لگاؤ اور اپنے اوقات صرف کرو۔ تمہاری یہ جدّوجہد اور سعی و کوشش رائیگاں نہیں جائے گی۔

وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ○

"اور ہم اس کے لئے (ایک ایک عمل کو) لکھتے جاتے ہیں"۔
وہ مطمئن رہے' اس کا ایثار' قربانی اور اس راہ میں لگایا جانے والا وقت سب کچھ لکھا جا رہا ہے۔ کہیں کوئی چیز ضائع ہونے والی نہیں ہے۔ آگے ارشاد فرمایا:

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ○

"اور یہ طے کر دیا گیا ہے کہ جس بستی کے لئے ہم نے ہلاکت ٹھیرا دی' وہ لوٹنے والے نہیں ہیں"۔

اس کا ایک مفہوم تو یہ لیا گیا ہے کہ جو قومیں ہلاک کر دی گئیں یعنی قومِ ھود' قومِ لوط' قومِ نوح

قومِ علو اب وہ دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتیں۔ کیونکہ جب عذابِ استیصال آجاتا ہے تو قومیں جڑ سے اکھاڑ دی جاتی ہیں۔ کسی درخت کے اگر صرف پتے جھاڑ دیئے جائیں تو وہ دوبارہ اگ آئیں گے۔ اسی طریقے سے اگر اس کی شاخیں کاٹ دی جائیں تو شاخیں بھی دوبارہ آجائیں گی۔ لیکن اگر اسے جڑ سے اکھاڑ دیا جائے تو اب وہ درخت وجود میں نہیں آسکتا۔ اسی طرح اللہ کی طرف سے جن قوموں پر عذابِ استیصال آجاتا ہے ' پھر ان کی حیاتِ نو یا نشأۃِ ثانیہ کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اور اس کے دوسرے معانی یہ لئے گئے ہیں کہ جو قوم اپنے انکار و اعراض اور اپنے اعمالِ بد کے نتیجے میں عذابِ الٰہی کی مستحق ہو چکی ہو ' پھر اسے خواہ کتنی ہی تذکیر و نصیحت کرلو ' وہ لوٹنے والے نہیں ہیں۔

یاجوج و ماجوج کون ہیں ؟

اگلی آیت میں فرمایا:

حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَ مَاۡجُوۡجُ وَ ہُمۡ مِّنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ ○

"یہاں تک کہ جب یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے چلے آئیں گے"

میں نے سورۂ کہف کے بیان میں بھی یہ بات کہی تھی کہ میں سمجھتا ہوں کہ امتِ مُسلمہ پر یہ مولانا ابوالکلام آزاد کا بہت بڑا احسان ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے اپنی تفسیر کے اندر ان حقائق کی وضاحت کی ہے اور 'کے خورس ذوالقرنین' کے بارے میں اور یاجوج و ماجوج کے بارے میں بڑے ہی تاریخی انکشافات کئے ہیں۔ اس ضمن میں ان کی تحقیق حرفِ آخر ہے۔ جوج ماجوج (Gog Magog) اور توبال وغیرہ کا ذکر تورات میں آیا ہے کہ یہ حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد ہیں۔ یہ وہ قومیں ہیں جنہیں جدید اصطلاحات میں شمالی اقوام (Nordic Races) کہا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سے جو تین نسلیں چلی آرہی ہیں اور ان سے نوعِ انسانی کی جو قومیں وجود میں آئی ہیں ان میں سامی النّسل (Sametic) حضرت سام کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت حام کے ساتھ کون سی نسلیں منسوب ہیں ' یہ تعیّن کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا ہے ' لیکن جہاں تک میرا گمان ہے آریائی نسل (Ariens) حضرت حام کی اولاد میں سے ہے۔ واللہ اعلم! حضرت نوحؑ کے تیسرے

بیٹے یافث وسطی ایشیا کے پہاڑی سلسلہ کو کراس کر کے شمال میں جا کر آباد ہوئے۔ ان سے یہ نارڈک اور بالٹک نیشنز ہیں جو روس' خاص طور پر منگولیا کا پورا علاقہ' شمالی ایشیا اور شمالی یورپ کے اندر پھیلی ہوئی ہیں۔ مولانا آزاد کی تحقیق کے مطابق یہ ہیں یاجوج و ماجوج!

اس آیت مبارکہ میں ان کے کھولے جانے کا تذکرہ ہے۔ اس کی کیا صورت ہو گی؟ ان چیزوں کی حقیقت جب تک کھل کر سامنے نہیں آ جاتی اس وقت تک یہ آیاتِ متشابہات میں سے ہیں۔ اس ضمن میں ایک رائے تو یہ سامنے آئی تھی کہ مغربی اقوام کے استبداد کا جو ایک سیلاب امڈ پڑا تھا تو یہ "حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ" کی ایک شکل ہے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ رائے مولانا مناظر احسن گیلانی کی بھی ہے' جن کا میں نے بارہا تذکرہ کیا ہے کہ میں ان کی عظمت کا بہت زیادہ قائل ہوں۔ وہ جامع معقول و منقول اور جامعِ ظاہر و باطن ہیں۔ تفسیر' حدیث' تصوّف' فلسفہ اور منطق ہر میدان میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ اس طرح کی جامعیت کے حامل بہت کم لوگ ہیں۔ یہی رائے مولانا آزاد کی تھی۔ اِس وقت جو صورت سامنے آ رہی ہے اس سے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یاجوج وماجوج کے کھلنے کا وقت اب آ رہا ہے۔ ان کے کھولے جانے سے کیا مراد ہے؟ اس کے دو معانی ہو سکتے ہیں' سورۂ کہف میں ان کا تذکرہ بایں الفاظ آیا ہے: وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ ـــــ "اور اُس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ وہ (سمندر کی موجوں کی طرح) ایک دوسرے کے اندر گتھ جائیں"۔ جیسے ایک طرف سے آنے والی لہریں دوسری طرف سے آنے والی لہروں کے ساتھ پیوست ہو جائیں۔ اِدھر سے ایک سیلاب آ رہا ہو اور اُدھر سے دوسرا سیلاب آئے اور دونوں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائیں۔ اس طریقے سے یہ قومیں آپس میں گتھ جائیں گی۔ یہ صورت حال "حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ" کی عکاسی کرتی ہے۔

یہاں ہم "فُتِحَتْ" کے یہ معانی بھی مراد لے سکتے ہیں کہ ان کے درمیان ایک بڑا ہی غیر مرئی سا پردہ ہو جس کو علیحدہ کر کے انہیں ملا دیا گیا ہو۔ اور وہ پردہ ہے طاقت کے توازن (Balance Of Power) کا! جیسا کہ قرآن حکیم میں آتا ہے کہ اللہ نے آسمان اٹھا رکھا ہے "بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا" بغیر ایسے ستونوں کے جنہیں تم دیکھ پاتے ہو ـــــ یعنی ستون تو ہیں' لیکن وہ تمہیں دکھائی نہیں دیتے۔ پوری کائنات کا نظام کششِ باہمی کے سہارے قائم ہے۔ آسمان بھی ایسی قوتوں کے توازن سے قائم ہے جو بظاہر نظر نہیں آتیں۔ اسی طریقے

سے یوں سمجھئے کہ بڑی طاقتوں کو قوت کے توازن (Balance Of Power) نے تصادم سے روکا ہوا ہے۔ انہیں اس کیفیت میں نصف صدی ہو گئی ہے۔ اسی لئے تو کہا جاتا تھا کہ "Arms for Peace" کہ اسلحہ چاہئے مگر امن کے لئے! اور اگر دونوں طرف برابر کا اسلحہ ہو گا تو دونوں خائف رہیں گے اور یہ اس امن کو برقرار رکھنے میں ممد ہو گا' فیصلہ کن ہو گا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیر مرئی پردہ جو تھا وہ سب اٹھ رہا ہے اور "حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ" کا نقشہ سامنے آیا چاہتا ہے۔

اس سے اگلی آیت میں ارشاد ہوا:

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

"اور قریب آ لگے وہ سچا وعدہ' پھر اس دم کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں"۔
ان آیات کو نازل ہوئے چودہ سو برس ہو چکے ہیں لیکن اللہ کی تقویم میں یہ کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہے۔ آج کوئی شخص ان آیات کو پڑھے گا تو محسوس کرے گا کہ یہ ہمارے آج کے حالات پر چسپاں ہو رہی ہیں۔ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ ـــــ "اور وہ وعدۂ برحق تو قریب آ پہنچا"۔ اس آیت کے بارے میں میرا احساس یہ ہے کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ ہمارے آج کل کے حالات کے مطابق آج ہی نازل ہوئی ہو' جس کا تاثر آج سے پہلے اتنا گہرا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور آج "فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا" کا مصداق بھی ہم خود ہی ہیں۔ یہاں کفرِ قانونی کو سامنے نہ رکھیئے بلکہ کفرِ حقیقی کو سامنے رکھیئے۔ کافر وہی نہیں ہوتا جس کا نام بش نعل ہو۔ اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے' اللہ کی آیات سے اعراض کرنے والے' اللہ کی ناشکری کرنے والے اور اللہ کے احکامات کو اپنے پاؤں تلے روندنے والے تو ہم ہیں۔ ان معانی میں کافر کا اطلاق ہم پر بھی ہوتا ہے اور آج یہ حال ہمارا ہے کہ خوف اور دہشت سے آنکھیں پھٹ کر رہ گئی ہیں۔ ہمارے ہی بھائی بند جو کویت گئے ہوئے تھے اور وہاں بڑے دینار کما کر خود بھی عیش کرتے رہے اور ہمیں بھی کرواتے رہے' آج ان کا کیا حال ہے؟ خود عالمِ عرب پر خوف و ہیبت کی کیا کیفیت طاری ہے۔ اس صورت حال میں ان آیات کو پڑھئے۔ اللہ کی آیات کے منکروں کا قول نقل ہوا ہے:

یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ

"ہائے ہماری کم بختی' ہم تو اس سے غفلت ہی میں رہے۔ بلکہ ہم ہی خطاکار تھے"۔
ہم تو اس صورت حال سے غفلت میں رہے' عیش کرتے رہے' گلچھرے اڑاتے رہے۔ یہی کچھ عرب امارات میں ہو رہا ہے۔ جس طرح دولت وہاں اڑائی جاتی ہے' جیسے عیاشیاں وہاں ہوتی ہیں' اس کا ذرا اندازہ تو کیجئے۔ عمارتوں کی تعمیر میں سیم و زر لٹایا جا رہا ہے' ایک ایک گھر کے اندر چار چار چھ چھ مرسڈیز گاڑیاں کھڑی ہوئی ہیں۔ تو اب ان کی جان پر جو بنی ہوگی اس کا بھی اندازہ کیجئے۔ اب ان کی حالت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہم ہی نے حقائق سے اعراض کئے رکھا' ہم نے خود ہی اپنے اوپر ظلم روا رکھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بار بار فرماتے ہیں: وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔۔۔۔۔۔ کہ ہم نے تو ان پر کوئی ظلم نہیں کیا' بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ اور وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔۔ کہ میں تو اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں' بندے خود ہی اپنے اعمالِ بد کی صورت میں اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

چند اہم حقائق اور پاکستان کی ذمّہ داری

اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس صورت حال میں پاکستان کو کیا کرنا چاہئے؟ اس ضمن میں پہلی بات تو میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ چند ایک حقائق جن کا تعلق ماضی قریب سے ہے اور وہ ہمارے ذہنوں سے اوجھل ہو چکے ہیں ان حقائق کو بڑے پیمانے پر ذہنوں میں تازہ ہونا چاہئے۔

اس سلسلہ کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ پورے عالم عرب میں جو سرحدوں کی یہ لکیریں کھنچی ہوئی ہیں یہ مسلمانوں کی اپنی کھینچی ہوئی نہیں ہیں' بلکہ مغربی استعمار کی کھینچی ہوئی لکیریں ہیں۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد عالم عرب کے جو حصے بخرے کر دیئے گئے تھے ان کو مستقل کر دیا گیا ہے۔ درحقیقت یہ پورا علاقہ جو عراق' شام' فلسطین' اردن' مصر' سعودی عرب اور لیبیا پر مشتمل تھا' یہ سب کا سب خلافت عثمانیہ کے تحت تھا۔ اس صدی کے اندر پہلی جنگِ عظیم تک یہ خلافتِ عثمانیہ کی عظیم سلطنت تھی جس کو انگریزوں نے حصے بخرے کیا ہے۔ کرنل لارنس نے اس کے ٹکڑے کئے ہیں۔ اس میں عربوں نے ترکوں کے خلاف غداری کی اور ان کی پیٹھ میں چھرا گھونپا۔ اِدھر ہندوستان سے ہمارے فوجی بھی جا کر انگریزوں کے شانہ بشانہ لڑے اور انہیں بغداد کا قبضہ لے کر دیا۔ ان حقائق کو ذہنوں میں تازہ ہو جانا چاہئے۔ یہ کوئی مقدس لکیریں نہیں ہیں کہ اب واویلا مچایا

جائے کہ فلاں نے فلاں کے ساتھ کیا کر دیا اور فلاں نے فلاں کے ساتھ کیا کر دیا۔ یہ لکیریں خالص مصنوعی ہیں اور یہ ' صنعت ' بھی ہماری خانہ ساز نہیں ہے 'یہ تو بیرونی صنعت ہے' مغربی استعمار کی قائم کردہ ہے۔ اور اگر کوئی خیر کی طرف پیش قدمی ہوگی تو ظاہربات ہے کہ عالمِ عرب کا یکجا ہونا اس کے لئے لازم ہے۔ ورنہ لڑتے رہیں گے اور دشمن ایک کو دوسرے کے خلاف استعمال کرتے رہیں گے۔ چنانچہ پہلی حقیقت تو یہ سامنے رکھئے۔

دوسری بات یہ کہ عالم عرب کی یونیفکیشن کیسے ہو؟ ہم تو چاہتے ہیں کہ پورے عالمِ اسلام کی یونیفکیشن ہو 'لیکن بہرحال کم از کم اتنا تو ضرور ہو۔ ان کی قریباً ایک نسل ہے اور نسلوں میں تھوڑا بہت فرق بھی ہو' جس طرح بربر نسل ہے شمالی افریقہ کی' لیکن زبان تو ایک ہی ہے' بولتے تو سب عربی ہیں۔ لہٰذا ان کو یکجا ہونا چاہئے۔ اب ان کو یکجا کرنے کے لئے ایک شخصیت کون سی ہو؟ اس عرصے میں جو شخصیتیں سامنے آئی ہیں ان میں اکثر و بیشتر سیکولر ذہن کی تھیں اور ان کا کوئی مذہبی مزاج نہ تھا سوائے ایک استثناء کے اور وہ شاہ فیصل رحمہ اللہ کی شخصیت تھی۔ سب سے پہلے جمال عبد الناصر تشریف لائے اور آپ کو معلوم ہے کہ شام اور مصر کے ادغام کا عمل شروع ہوا تھا اور ایک یونائیٹڈ عرب ری پبلک (U.A.R) قائم ہوئی تھی۔ لیکن یہ اتحاد ناکام ہوگیا اور وہ بندھن ٹوٹ گیا۔ کیونکہ ابھی اس قدر ایثار و قربانی اور ایک دوسرے کو Accomodate کرنے کی آمادگی کا مثبت جذبہ موجود نہ تھا۔ اس کے بعد قذافی صاحب ابھرے اور انہوں نے ان کی جانشینی حاصل کرنا چاہی لیکن وہ ان سے بھی دو ہاتھ آگے تھے۔ درمیان میں ایک شخصیت آئی تھی شاہ فیصل مرحوم کی' لیکن اس کو جس طرح استعمار نے ہٹایا ہے وہ سامنے ہے۔ ان کا وہ بھتیجا امریکہ میں تعلیم حاصل کر کے آیا تھا اور یہودیوں کے زیر اثر تھا کہ جس نے انہیں شہید کیا۔ یہودی لڑکی کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے اس کی تصویر بھی شائع ہوئی تھی۔ یہ قتل اسی نوعیت کا معلوم ہوتا ہے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی۔ کہنے کو تو قاتل ایک شخص تھا ابولولو فیروز' لیکن اس کے پیچھے پورے ایران کی طاقت اور پوری ایرانی قوم کا انتقام کا جذبہ تھا۔ اسی طریقے سے شاہ فیصل کو ہٹا دیا گیا۔ اب جو شخص سامنے آیا ہے یہ بھی خالصتاً لا مذہبی ہے 'بعث پارٹی کا صدّام' لیکن یہ ایک ایسی شخصیت کی حیثیت سے ضرور ابھرا ہے کہ اب عربوں کے اندر کچھ نہ کچھ Re-alignment ہو جائے گی۔ شاید اس کے گرد کچھ نہ کچھ مجبوراً ہی آئیں۔ اور میں

یہ سمجھ رہا ہوں کہ اردن کا معاملہ مجبوری کا ہے۔ اس کے علاوہ یمن بھی ہے۔ اور ابھی تو کچھ تیزی کے ساتھ طرف داریاں تبدیل ہوں گی۔

تیسری بات یہ کہ عالمِ عرب کے حکمرانوں کے علاوہ وہاں کے عوام کا حال بھی یہ ہے کہ اکثریت پر الحاد کا غلبہ ہے۔ سعودی عرب نے یوں تو مذہبی لبادہ اوڑھا ہوا ہے مگر اندر خالص الحاد ہے۔ سعودی عرب کی برقعہ پوش خواتین جہاز میں داخل ہوتے ہی برقعہ اتار دیتی ہیں اور اندر سے خالص مغربی لباس میں برآمد ہوتی ہیں۔ اور جب یہ جدّہ یا ریاض واپس پہنچتی ہیں تو بندرگاہ یا ایرپورٹ پر اترنے سے پہلے پھر برقعہ پہن لیتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاشرہ مغربی تہذیب اور سیکولرازم کے زیر اثر آچکا ہے۔ یہ حقائق ہیں جنہیں سامنے رکھنا چاہئے اور سطحی قسم کے جو فرق ہیں انہیں بہت زیادہ اہمیت دینے کی ضرورت نہیں۔

چوتھی بات یہ کہ اس وقت جو اصل اندیشہ ہے وہ حرمین شریفین کو نہیں ہے۔ اصل اندیشہ امریکہ کے عالمی مفادات یا سعودی عرب کے شاہی خاندان کے مفادات کو ہے۔ اس لئے رابطہ عالمِ اسلامی کا بیان بھی آچکا ہے کہ امریکی فوجیں تو حرمین شریفین سے چودہ سو کلو میٹر دور ہیں۔ چنانچہ امریکی افواج کے آجانے سے ارضِ مقدس کوئی ناپاک تو نہیں ہوئی ہے۔ وہ تو اترتے بھی خلیج کے اندر مشرقی ساحل پر ہیں اور وہاں سے ان سرحدوں پر جارہے ہیں جو کویت کے ساتھ اور عراق کے ساتھ ہیں۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ امریکہ کا اپنی فوجیں وہاں اتارنے کا مقصد اپنے مفادات کا تحفّظ ہے۔ یہ وہی امریکہ ہے جس نے کشمیری مسلمانوں پر بھارت کے وحشیانہ تشدّد پر انگلی تک نہیں ہلائی ہے۔ وہاں ہزارہا کشمیری جس طریقے سے قتل کر دیئے گئے ہیں اس پر امریکہ کی پیشانی پر بل تک نہیں پڑا۔ ابھی جو ہندوستانی صحافی مجھ سے ملنے آئے تھے انہوں نے برملا کہا کہ ہندوستان اس بات پر تلا ہوا ہے کہ اگر ایک ایک کشمیری کو بھی قتل کرنا پڑے' پوری قوم کو exterminate کر دینا پڑے تو وہ کر ڈالے گا۔ اسے کسی طرف سے کوئی اندیشہ ہی نہیں' کوئی اسے پوچھنے والا ہی نہیں۔ اس وقت وہاں کی افواج کو مکمل اختیارات دیئے گئے ہیں کہ جیسے بھی بن پڑے ان کے جذبۂ حریت کو کچل دیا جائے۔ کسی سے کوئی جواب طلبی نہیں ہوگی' کسی فوجی کا کوئی محاسبہ نہیں ہوگا کہ اس نے کسی کی عصمت دری کی تو کیوں کی؟ کسی کو مارا تو کیوں مارا؟ یہ ہو رہا ہے کشمیر میں اور امریکہ بہادر کو ایک انگلی تک ہلانے کی نوبت نہیں آئی۔ یہاں یہ جو چل کر اتنی دُور سے اتنی بڑی تعداد میں

آگیا ہے تو کیا یہ اسلام اور حرمین شریفین کی حمایت کے لئے آیا ہے ؟ یا مسلمانوں کا درد ہے جو اس کے پیٹ میں اٹھا ہے ؟ ظاہر ہے کہ اس کے اپنے بین الاقوامی اور عالمی مفادات ہیں ۔ اس کے سوا کچھ نہیں ۔

ان تمام حقائق کو سامنے رکھ کر میں ایک بات کہہ رہا ہوں ' اسے توجہ سے سنئے ـــــــ اور وہ یہ کہ ہماری افواج کو اوّل تو وہاں جانا نہیں چاہئے ۔ یہ جھگڑا جس نوعیت کا ہے ' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس سے علیحدہ رہیں ۔ لیکن اگر جائیں تو اس ایک شرط کے بغیر قطعاً نہ جائیں کہ ان کو صرف حرمین شریفین کے اردگرد تعینات کیا جائے گا ۔ انہیں اس عالمی سطح کے تنازعے اور اس بین الاقوامی عسکری آویزش میں ہرگز دخل نہیں دینا چاہئے ۔ یہ اگر جائیں تو حرمین شریفین کے قریب ہی رہیں اور اگر حرمین کو کوئی اندیشہ لاحق ہو جائے تو ان کے تحفظ کی خاطر ان میں سے ایک ایک فرد اپنی جان نثار کرنے کو سعادت سمجھے ۔ لیکن کسی پاکستانی مسلمان کا خون اتنا سستا اور بے قیمت نہیں ہے کہ اسے امریکی مفادات کے تحفظ کے لئے یا سعودی شاہی خاندان کے مفادات کے تحفظ کے لئے بہایا جائے ۔ یہ تو محض Passing Phenomena ہوتے ہیں ۔ آج ہیں ' کل نہیں ہیں ' ع جو تھا نہیں ہے ' جو ہے نہ ہو گا ' یہی ہے اک حرفِ محرمانہ ! ہمیں غرض ہے تو صرف اسی بیت اللہ سے ' جس کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا : اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ ـــــــ یا مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے ! ہمارے لئے یہ حرمین شریفین ہیں ۔ ان کی عزت و آبرو ' حرمت و احترام اور عظمت و تقدس کو برقرار رکھنا اور اس کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار رہنا ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے ۔ اس سے آگے کا معاملہ درست نہیں ہے ۔

قصاص و دیت کے اسلامی قانون کی جانب پیش رفت

دوسری بات مجھے اس ترمیم کے بارے میں کہنا ہے جو پاکستان کے فوجداری قوانین میں شریعت اسلامی کے مطابق ہوئی ہے ۔ یہ بظاہر بہت چھوٹا لیکن بہت بڑا قدم ہے ۔ حدیث نبوی کے الفاظ ہیں : اِقَامَۃُ حَدٍّ مِنۡ حُدُوۡدِ اللّٰہِ خَیۡرٌ مِنۡ مَطَرِ اَرۡبَعِیۡنَ لَیۡلَۃً ـــــــ " اللہ تعالیٰ

کی حدود میں سے ایک حد کا قائم کیا جانا چالیس شبانہ روز کی بارشوں سے بہتر ہے"۔ اور یہ چالیس شبانہ روز کی بارشیں صحرا سے متعلق ہیں' جو کہ ترستا رہتا ہے ایک ایک بوند پانی کو۔ اس کے بارے میں تصور کیجئے کہ اگر وہاں اتنی بارش ہوگی تو جس طرح جل تھل ہو جائے اور سارا صحرا ہرا ہو جائے گا تو پھر بھیڑوں بکریوں کے لئے غذا فراہم ہو جائے گی اور ہر طرف آسودگی ہوگی تو ایک حد کا اجراء اور نفاذ بھی چالیس شبانہ روز کی بارشوں سے بڑھ کر برکات ظہور میں لاتا ہے۔ اس حدیث کے حوالے سے میں کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بہت بڑا قدم ہے' اس کو نوٹ کیا جانا چاہئے اور اسے خوش آمدید کہا جانا چاہئے۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ نیت کچھ کرنے کی ہو تو آنِ واحد میں ہو جاتا ہے۔ میں نے اپنی پچھلی تقریر میں جو دو جمعے قبل ۱۳ اگست کو کی تھی' تفصیل سے عرض کیا تھا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کی کوئی نیت نہیں ہے شریعت کی طرف بڑھنے کی۔ میرا جو اخباری بیان شائع ہوا اس میں یہ چیز دب گئی۔ یہ تو ہوتا ہی ہے کہ جو پریس ریلیز ہم بھیجتے ہیں وہ بھی مختصر ہوتا ہے' لیکن وہاں اس میں مزید قطع و برید ہوتی ہے کیونکہ ع "لیکن قلم در کفِ دشمن است"! جو وہاں بیٹھے ہیں ان کی اپنی پسند و ناپسند ہے۔ لہٰذا ہماری پوری بات سامنے نہیں آتی۔ (میرے مذکورہ خطاب کی تلخیص جس میں شریعت بل کے بارے میں میرا موقف بھی شامل ہے' میثاق اگست کے شمارے میں چھپ چکی ہے۔ ہر وہ شخص جس کو میرے اس کام سے اور اس ملک میں اسلام کے مستقبل سے دلچسپی ہے تو وہ ضرور اس کا مطالعہ کرے۔) تو یہ ثابت ہو گیا کہ اگر واقعتاً کچھ کرنا ہو تو آنِ واحد میں ہو سکتا ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے رات صدر اسحٰق خاں کو جگا کر ان سے دستخط کرائے گئے کہ کہیں تاریخ نہ نکل جائے۔ میں مبارک باد دیتا ہوں ہمارے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صاحب کو کہ انہوں نے جس طریقے سے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا ہے۔ ورنہ پیپلز پارٹی کی مرکزی حکومت نے ان کے لئے جو صورت حال پیدا کر دی تھی کہ کیا کروں' کوئی صورت میرے پاس نہیں ہے' تقی عثمانی صاحب کراچی میں ہیں' فلاں صاحب وہاں ہیں' میں تاحکم ثانی ان کو مہلت دے رہا ہوں ...... اس سے ہمیں بڑا سخت اندیشہ لاحق ہو گیا تھا کہ جو میں نے پچھلی دفعہ بڑی تفصیل سے عرض کیا۔ لیکن الحمدللہ اس کے بعد یہ معاملہ ہوا ہے کہ انہوں نے ایک محکم فیصلہ (Firm Decision) کیا ہے اور اس فیصلے کے نتیجے میں ہمارے فوج داری نظام میں کوئی خلا بھی پیدا نہیں ہوا اور اس سے دو بڑی بنیادی تبدیلیاں آ گئی

ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک!

ایک اہم تبدیلی تو اس معاملے میں آئی ہے جو خالص خلافِ اسلام تھا اور یوں بھی ہر عقل و منطق کی رُو سے بھی غلط تھا کہ اگر قتل کے مقدّمے میں عدالت کسی شخص کو پھانسی کی سزا دے رہی ہے اور سپریم کورٹ تک وہ سزا برقرار رہتی ہے تو صدرِ مملکت کو پھر بھی یہ حق حاصل تھا کہ اسے معاف کردیں۔ یہ آخر ہوتے کون ہیں معاف کرنے والے؟ ان کو یہ اختیار کہاں سے مل گیا؟ یہ دراصل استعماری دَور کے اختیارات ہیں جو انگریزوں نے اپنا خوف اور دبدبہ قائم رکھنے کے لئے اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ یہ خالص خلافِ اسلام ' خلافِ عقل اور خلافِ منطق قانون تینتالیس برس گزرنے کے باوجود ابھی تک جاری تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ بات وہاں سے نکال دی گئی ہے۔ اسلامی قانون میں معافی کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ یہ حق مقتول کے ورثاء کو حاصل ہے' وہ چاہیں تو قاتل کو معاف کردیں' چاہیں تو دِیَت یعنی خوں بہا لے لیں' ورنہ قصاص میں اس کی گردن اڑا دی جائے۔ اسلام کا یہ قصاص و دیت کا قانون بے شمار برکتوں کا حامل ہے۔ ہمارے ہاں یہ جو قتل در قتل اور انتقام در انتقام کا سلسلہ چلتا ہے اس کو روکنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ مقتول کے ورثاء کو قاتل کی جان پر اختیار دے دیا جائے۔ اب اگر وہ احسان کرتے ہوئے اسے معاف کردیتے ہیں تو اس سے قبیلوں کی سو سالہ پرانی رنجشیں بھی دھل جائیں گی۔ اور اگر وہ دیت قبول کرلیں تو اس سے مقتول کے ورثاء کا جو دنیوی لحاظ سے نقصان ہوا ہے کہ ایک کمانے والا فرد ان کے ہاں سے جاتا رہا' کم از کم اس کی تلافی ہو جائے گی۔ اور اگر قصاص میں قاتل کی گردن اڑا دی جائے تو یہ سوسائٹی میں بہت سوں کے لئے باعثِ عبرت ہوگا! یہ ہے اسلام کا قانون۔ الحمد للہ کہ ملکی قانون میں اس کے مطابق تبدیلی ہوئی ہے۔

نفاذِ اسلام کے بارے میں ہمارا موقف

اس سلسلے میں میرا جو موقف ہمیشہ رہا ہے' اس اقدام سے اس کی گویا توثیق ہوئی ہے اور وہ موقف صحیح ثابت ہوا ہے۔ اس ضمن میں مَیں چند باتیں گنوانا چاہتا ہوں۔ میں نے اپنی ۱۴ر اگست کی تقریر میں بھی اس بات کا اعادہ کیا تھا کہ اس ملک کا سارا دارومدار اسلام پر ہے' اسلام ہی اس کی منزل ہے۔ اگر یہاں اسلام نہیں آئے گا تو یہ ملک نہیں رہے گا۔ پھر اسے رہنے کا حق

حاصل نہیں' اس کا جواز نہیں۔ میری یہ دوسری بات بہت سوں کو بری لگے گی لیکن مجھے اس پر اصرار ہے۔ اس کی واحد وجہِ جواز اسلام ہی ہے اور اس کی منزل اسلام ہے۔ یا تو یہ اسلام کی جانب بڑھے گا یا پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا' ختم ہو جائے گا۔ اور اگر اسلام کی طرف بڑھے گا تو یہاں وہ لوگ نہیں رہ سکتے جو اسلام کا مذاق اڑائیں۔ یہ میں نے ۱۳ر اگست کی تقریر میں کہا تھا اور ۱۶ر اگست کو بے نظیر حکومت کی معزولی کا معاملہ ہو گیا۔ اس سے پہلے بھی بارہا میں نے کہا کہ اگر یہ ملک رہے گا تو اسلام کے حوالے سے رہے گا اور اُن لوگوں کا یہاں کوئی مستقبل نہیں جو اسلام کا مذاق اڑانے والے ہوں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ہماری اب تک کی شکایت یہ ہے کہ یہاں اسلام کی جانب جو پیش قدمی ہو رہی ہے اس کی رفتار بہت سست ہے۔ پیش قدمی یقیناً ہوئی ہے۔ قراردادِ مقاصد ایک بڑی پیش قدمی تھی۔ اور اس دفعہ کا دستور میں آ جانا' چاہے وہ رہنما اصولوں میں ہی تھی:

"No Legislation will be done repugnant
to the Quran and the Sunnah"

یقیناً ایک مثبت پیش رفت تھی۔ اور پھر یہ کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام بھی اس سلسلے کی ایک قابلِ لحاظ پیش قدمی ہے۔ اور میں عرض کر دوں کہ قصاص و دیت کے قانون کی یکدم تبدیلی اسی لئے ممکن ہو سکی کہ اس کے لئے سارا ہوم ورک ہو چکا تھا۔ اسلامی نظریاتی کونسل جس میں شیعہ' سنّی' دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث' تمام فرقوں کے نمائندے موجود ہیں، اس نے متعدد قوانین پر بہت سارا کام کیا ہوا ہے۔ صرف تنفیذ کا فیصلہ کرنے کی دیر ہے۔ یہ مغالطہ ہے کہ کیسے ہو گا؟ کس طرح ہو گا؟ اسلامی قانون کی تدوین کیسے ہو گی؟ سارا کام کیا ہوا موجود ہے' فائلوں کے انبار لگے ہوئے ہیں' مگر نافذ کرنے کا اختیار اس کے پاس نہیں ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کے علاوہ صدر ضیاء الحق صاحب نے مزید پیش قدمی یہ کی کہ انہوں نے قراردادِ مقاصد کو دستور کا حصہ بنایا جو اس سے پہلے صرف 'Preamble' تھا' پھر یہ کہ شرعی عدالتیں قائم کر دیں' اگرچہ ان کے ہاتھ باندھ دیئے ------- اور ہم تو ان سے لڑتے رہے اور اب بھی لڑتے رہیں گے کہ تم ہاتھ کیوں باندھتے ہو؟ لیکن بہرحال یہ ایک پیش قدمی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ضیاء الحق صاحب نے اپنے آخری ایام میں جو شریعت آرڈیننس نافذ کیا میں نے اس کو خوش آمدید کہا کہ چلئے ایک قدم تو بات آگے بڑھی ہے' کم از

کم عائلی قوانین تو شرعی عدالت کے دائرے میں آ گئے۔

شریعت بل اور اسلام سے متصادم ترمیمات

اس پہلو سے ہمارا موقف واضح طور پر سمجھ لینا چاہئے۔ اس کے بارے میں بھی لوگوں کو کچھ مغالطے ہو گئے ہیں کہ میں نے سینٹ میں منظور ہونے والے شریعت بل کی مخالفت کی تھی۔ میں نے اس بل کی مخالفت اس لئے کی تھی کہ وہاں بیٹھے ہوئے علماء اور مذہبی جماعتوں کے نمائندوں نے بھی اس بل پر دستخط کئے جس میں شریعت کے ایک بہت اہم حکم کو ساقط کر دیا گیا۔ یہ وہ بل نہیں ہے جس کی منظوری کے لئے ہم نے متحدہ شریعت محاذ میں شامل ہو کر جدّوجہد کی تھی۔ اس میں بہت سی ترمیمات کی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس ملک کے اندر اگر کبھی سُود کا خاتمہ کیا جائے گا تب بھی سابقہ معاہدوں پر سود حسب سابق ادا کیا جاتا رہے گا۔ یہ بات شریعت اسلامی سے متصادم ہے' قرآن کے واضح الفاظ کے خلاف ہے کہ "وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا" یعنی جو بھی سود باقی ہے اس کو چھوڑنا ہو گا! ہمیں یہ اختلاف ہے۔ ورنہ اس سے جو بھی مثبت پیش قدمی ہو اسے ہم خوش آمدید کہیں گے۔ یہی بات میں نے اپنی گزشتہ تقریر میں کہی تھی جس کا خلاصہ شائع شدہ موجود ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہمیں یہ پسند نہیں ہے۔

ہم تو کہتے ہیں کہ یہ بل اگر آتا ہے تو اس میں اسلام کی طرف جو بھی پیش قدمی ہوتی ہے اسے ہم خوش آمدید کہیں گے لیکن خود مذہبی لوگوں کا اور علماء کا اس بات میں فریق بن جانا کہ شریعت کے اس حکم کو ساقط رکھا جائے گا' اس پر ہمیں اعتراض ہے۔ اور یہی در حقیقت میری اس دوسری مستقل پالیسی کے لئے ایک دلیل ہے کہ آپ جب اس پراسیس میں خود شریک ہو جاتے ہیں تو اس دوغلے پن میں بھی آپ کو فریق بننا پڑتا ہے۔ آپ باہر رہئے' مطالعہ کرتے رہئے اور جو بھی پیش رفت ہو اسے Welcome کیجئے! لیکن یہ جو طرز عمل ہے کہ دین کے ایک حصے کو ماننا اور ایک حصے کا انکار کرنا' اس طرز عمل میں فریق مت بنئے! یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنے لئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم اسمبلیوں میں نہیں جائیں گے اور اس طرز عمل میں فریق نہیں بنیں گے۔ مگر وہاں سے ایک ایک قدم کر کے بھی جو پیش رفت اسلام کی طرف ہو گی اسے Welcome کریں گے اور باقی کی بات کرتے رہیں گے۔

اس لئے کہ ہمیں مکمل دین چاہئے ' ادھورا دین نہیں چاہئے ۔ ادھورے دین پر تو اللہ کا غضب بھڑکتا ہے ۔۔۔ چنانچہ ہم نے صدر ضیاء الحق کے آرڈیننس کو بھی خوش آمدید کہا تھا اور اب ہم اس مطالبے کی بھی تائید کر رہے ہیں کہ یہ جو شریعت بل یا نفاذِ شریعت ایکٹ ہے اسے صدر غلام اسحاق صاحب آرڈیننس کی شکل میں نافذ کریں ۔ کیونکہ اب اسمبلیوں کا معاملہ تو ختم ہوا ۔ اب یہ نافذ ہو گا تو آرڈیننس کے ذریعے سے ہی ہو گا ۔ اس کے بارے میں صدر صاحب نے اس سے پہلے بھی کہا تھا کہ اگر یہ خلاف دستور تھا تو اسے سینٹ نے کیسے پاس کر دیا ؟ یہ بہت بڑی بات ہے ' اور اسے اسلام کے ساتھ وابستگی کی دلیل کہا جا سکتا ہے ۔ لیکن ان کے ایمان اور اسلام کے ساتھ وفاداری کا امتحان تو اب ہے ۔ لہٰذا وہ اس کو نافذ کریں ' چاہے چار مہینے کے بعد کوئی نئی اسمبلیاں آئیں یا اور کچھ بھی ہو جائے ' لیکن یہ تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ کتنے مخلص ہیں اسلام کے ساتھ !!

صدرِ مملکت کا حالیہ اقدام اور حکومت کی تبدیلی

اب آخری بات عرض کر رہا ہوں جس کے لئے آپ حضرات شاید ذہناً بہت زیادہ تیار ہو کر آئے ہوں ۔ یعنی حکومت کی جو تبدیلی ہوئی ہے اس کے بارے میں چند باتیں عرض کروں گا ۔ اس ضمن میں پہلی بات یہ کہ میں نے یہ کہاوت بارہا کہی ہے کہ ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ "گاؤ آمد و خر رفت" یا "گاؤ رفت و خر آمد" ۔ اور ہمیں اس سے اس لئے کوئی دلچسپی نہیں کیونکہ ہم ان سب کو ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے سمجھتے ہیں ۔ ان کا ایک ہی مزاج ' ایک ہی تہذیب ' ایک ہی تمدن ' ایک سا رہن سہن اور دین کے ساتھ ان کی روش بالکل ایک جیسی ہے ۔ میرے نزدیک عابدہ حسین اور بے نظیر میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ عابدہ حسین کو بھی اب بہت بڑی وزارت دی گئی ہے ۔ اب چاہئے کہ ذرا وہ لوگ میدان میں آئیں جو اس سے پہلے بے نظیر کے خلاف بہت ہی زیادہ دینی حمیت کا مظاہرہ فرما رہے تھے ۔ اب اس حمیت کا کم از کم نصف مظاہرہ تو انہیں کرنا چاہئے ۔ ہم تو ان سب کے خلاف ہیں ' لہٰذا ہمارے لئے تو یہ کوئی دلچسپی کی بات نہیں ۔

دوسری بات یہ کہ دیکھئے ' میں نے بارہا کہا ہے کہ خدا کے لئے اس ملک کے لئے سوچا

کیجئے' وقتی طور پر کون ہے اور کون نہیں ہے' یہ تو خالص وقتی اور عارضی سا معاملہ ہوتا ہے۔ میں نے اپنی انہی تقاریر میں بارہا یہ شعر پڑھا ہے ؎

جو تھا نہیں ہے' جو ہے نہ ہوگا یہی ہے اک حرف محرمانہ !

صدر ایوب صاحب بھی بہت بڑی شے تھے' اب نہیں ہیں' ختم ہوگئے۔ بھٹو صاحب تھے' انہوں نے ایک وقت میں یہ کہا تھا کہ میری کرسی بڑی مضبوط ہے --- اور پھر وہ کرسی بھی نہیں رہی اور وہ خود بھی نہیں رہے۔ اسی طرح میں نے کہا تھا کہ بھٹو خواتین بھی اس ملک کی سیاست میں 'Passing Phenomenon' ہیں۔ یہ آج ہیں' کل نہیں ہوں گی۔ آپ ان کے حوالے سے بات نہ سوچیں' بلکہ جو ملک کے لئے اصل بات سوچنے کی ہے اس کے حوالے سے بات سوچا کریں' لیکن میری ان باتوں سے یہ سمجھا گیا کہ میں شاید ان کی تائید کر رہا ہوں۔ یہ تو سمجھنے والوں کو اختیار ہے' جو چاہے سمجھیں۔ میں تو جو بات صحیح سمجھتا ہوں وہی ہمیشہ سے کہتا آ رہا ہوں۔ اسی طریقے سے میں نے یہ کہا تھا اور یہ تو ابھی چودہ دن پہلے کی بات ہے کہ ایک ہے شریعت پر عمل نہ کرنا' یہ فسق اور فجور ہے۔ اور ایک ہے شریعت کا استہزاء' یہ کفر ہے --- اور یہ وہ شے ہے کہ جو کوئی بھی یہ حرکت کرے گا' وہ نہیں رہے گا۔ اس سے پہلے میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ یہ حکومت دو سال تک بمشکل چلے گی اور اس نے تو دو سال بھی پورے نہیں کئے اور میں یہ ہمیشہ کہتا رہا ہوں کہ اب اس ملک میں پیپلز پارٹی مطلق اکثریت (Absolute Majority) میں نہیں آ سکتی' لیکن واحد اکثریتی گروپ (Single largest group) اسی کا ہوگا اور وہی ہوا۔ اس کے ساتھ ہی میرا مستقل فلسفہ ذہنوں میں تازہ کر لیجئے جس کی اب مرزا اسلم بیگ صاحب کے اس بیان سے بھی تائید ہوئی ہے کہ "اگر میرے بس میں ہو تو ہر چھ ماہ کے بعد الیکشن کرا دوں" تو واقعہ یہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ ایک تیز تسلسل (Rapid Sequence) میں تین چار انتخابات کا ہو جانا اس ملک کے اندر سے سیاسی گند دھونے کا ایک بڑا ذریعہ ہوگا اور 'گند' ہی کا لفظ انہوں نے بھی استعمال کیا ہے۔ تو یہ ہے اس وقت کے مسئلہ کے متعلق میرا ردِ عمل !!

پاکستان کے "والدین" اور ان کے حقوق

البتہ پاکستان کے بقاو استحکام کے حوالے سے اور اس ملک میں اسلام کے مستقبل کے حوالے سے میں ہمیشہ دو باتیں عرض کرتا رہا ہوں۔ میں نے ابھی حال ہی میں کراچی میں ایک

تقریر کی تو وہاں میں نے تمثیل کے پیرائے میں بیان کیا کہ ہر انسان کے دو والدین ہوتے ہیں ـــــــ ایک والد اور ایک والدہ۔ (حضرت مسیح کی ولادت ایک استثناء ہے کیونکہ وہ تو سراپا معجزہ تھے)۔ پھر دیکھئے' تخلیق کے عمل میں اگرچہ والد کا حصہ بہت تھوڑا ہوتا ہے' اس کی طرف سے تو ایک خلیہ (Cell) آتا ہے' اور باقی سارا جسم تو رحم مادر میں بنتا ہے۔ اسی کا خون اور اسی کی توانائیاں ہیں جن کو وہ علقہ کی سٹیج پر بھی جونک کی طرح چوس رہا ہوتا ہے اور اس کے بعد بھی سب کچھ وہیں سے حاصل کرتا ہے' لیکن اولاد باپ ہی کی شمار ہوتی ہے۔ خود قرآن میں فرمایا گیا: اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ـــــــ کہ انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارا کرو! اب اس تصویر اور اس تشبیہ کو سامنے رکھ کر دیکھئے کہ پاکستان کا باپ تو اسلام ہے۔ یہ تو میں نے 'استحکامِ پاکستان' نامی کتاب میں بھی حضرت سلمان فارسیؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان سے جب پوچھا جاتا تھا کہ تمہارا نام کیا ہے' تو کہتے تھے: "سلمان!"۔ عربوں کی روایت ہے کہ جب تک باپ کا نام نہ آئے نام پورا نہیں سمجھا جاتا۔ چنانچہ پوچھا جاتا: "سلمان ابن......؟"۔ وہ جواب دیتے: "سلمان بن اسلام!" یعنی میری ولدیت اسلام ہے۔ کیا کریں گے میرے والد کے بارے میں پوچھ کر؟ اسی طرح پاکستان واحد ملک ہے اس کرۂ ارضی پر جس کی ولدیت اسلام ہے۔ لیکن اس کے ساتھ دوسری بات بھی نوٹ کر لیجئے کہ اس کی ماں جمہوریت ہے' یہ پلا بڑھا ہے جمہوریت کے رحمِ مادر میں ـــــــ وہی جمہوریت جو آپ کو انگریز نے دی تھی۔ اس کا پورا جسم وہیں سے بنا ہے۔ کسی محمد بن قاسم نے' کسی غوری نے دوبارہ آ کر اس ملک کو فتح نہیں کیا۔ یہ تو ووٹ کے ذریعے قائم ہوا ہے۔ اسی ووٹ کی بدولت مسلم لیگ اسلامیانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت قرار پائی اور اسی جمہوری عمل کے بطن سے اس ملک کی ولادت ہوئی ہے۔ ہم نے اسلام اور جمہوریت دونوں کے ساتھ غداری کی جس کی وجہ سے یہ روزِ بد دیکھ رہے ہیں۔ لہٰذا دونوں کے بارے میں ہمیں اپنی کوتاہیوں کی تلافی کرنا پڑے گی۔ اس ضمن میں میں آپ سے چند باتیں عرض کرنا چاہوں گا:

پہلی بات یہ کہ اسلام کے نفاذ کو آپ صرف نظامِ عبادات یا صرف حدود و تعزیرات کے نفاذ کے متعلق نہ سمجھئے۔ یہ اسلام کا بڑا ناقص اور نامکمل مطالعہ ہوگا۔ اسلام کے نفاذ کا مطلب ہے 'اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی' قائم کیا جائے۔ اسلام نے جو حقوق انسانوں کو دیئے ہیں وہ حقوق انہیں دیئے جائیں۔ اسلام نے جو معاشی عدل کا نظام دیا ہے وہ قائم کیا جائے۔ جس اونچ

بچ کا خاتمہ اسلام چاہتا ہے وہ اونچ نیچ ختم کی جائے۔ جو حریت و آزادی اسلام نے دی ہے وہ آزادی دی جائے۔ جس طرح قائد اعظم نے کہا تھا کہ ہم چاہتے ہیں کہ حریّت و اخوت و مساوات کے اسلامی اصولوں پر دنیا کے اندر پاکستان کی صورت میں ایک نمونہ پیش کر سکیں۔ یہ ہے اہمیت والی شے۔ یہ جان لیجئے کہ یہ جو تھوڑی بہت پیش قدمی ہو رہی ہے اس پارلیمانی پراسیس کے تحت ـــــ بہت ہی ست رفتاری کے ساتھ 'اس کے بارے میں تو ہمارا شکوہ یہ ہے کہ ع

خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک!

تمہارا یہ پراسیس کہیں صدیوں کے اندر جا کر مکمل ہو گا۔ اُس وقت تک پاکستان رہے گا کہ نہیں رہے گا! اس کے لئے تو اصل میں جو شے درکار ہے وہ انقلاب ہے۔ ہم نے اپنی تنظیم اسی انقلابی جدّوجہد کے لئے قائم کی ہے۔ تو یہ ہے دو جملوں کے اندر ہمارا پورا موقف کہ اسلام کے نفاذ سے مراد صرف نظامِ عبادات نہیں ہے 'اگرچہ وہ بھی اس کا لازمی حصہ ہے۔ اسی طرح اس سے مراد صرف حدود و تعزیرات بھی نہیں 'اگرچہ وہ بھی اس کا جزوِ لازم ہیں۔ اس کے لئے میں نے حدیث آپ کو سنادی ہے کہ ایک حد کا اجراء بھی چالیس دن رات کی بارش سے زیادہ بابرکت ہے۔ لیکن اس کا اصل ہدف اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی (System of Social Justice as given by Islam) ہے!۔ اور اس کی تنفیذ صرف اور صرف انقلاب کے راستے سے ہوگی!!

دوسری بات یہ کہ اب سوال ابھرتا ہے کہ اسلامی انقلاب برپا ہونے تک سیاسی عمل کیسے آگے بڑھایا جائے؟ اس کے ضمن میں ہم نے بارہا عرض کیا ہے کہ خدا کے لئے مسلم لیگ کو مضبوط اور مستحکم کرو 'فوری چیزیں نہ دیکھو 'کوتاہ بینی نہیں ہونی چاہئے 'دور کی سوچو! یہ بھٹو خواتین اور یہ پیپلز پارٹی کا معاملہ تو آیا گیا ہو جائے گا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اگر آپ کو یہاں مستحکم جمہوریت سے کر چلنی ہے تو اس کے لئے دو پارٹیوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔ میں نے سیاسی جماعتوں کو جو مشورے دیئے تھے آج پھر انہیں ذہنوں میں تازہ کر لیجئے۔ میں نے کہا تھا کہ جو جماعتیں سمجھتی ہیں کہ وہ یہاں انتخابی عمل کے ذریعے سے ہی اسلام لا سکتی ہیں انہیں مسلم لیگ میں مدغم ہو جانا چاہئے ـــــ تاکہ ایک طاقت ہو 'ایک جماعت ہو' ایک ڈسپلن ہو 'ایک ہی پارلیمانی بورڈ ہو جو فیصلہ کرے کہ کس کو ٹکٹ دینے ہیں 'کس کو

نہیں دینے۔ ورنہ آخری وقت میں جوتیوں میں دال بٹ کر رہے گی۔ وہ آئی جے آئی ہو یا کوئی اور ہو' بڑے بڑے پختہ محاذ جو ہیں وہ ٹوٹ جائیں گے' ختم ہو کر رہ جائیں گے' جب تک کہ مسلم لیگ کو ان معنوں میں مستحکم نہ کیا جائے۔ اور وہ مذہبی عناصر بھی جو اس راستے سے امید رکھتے ہیں کہ اسلام یہاں آجائے گا' انہیں مسلم لیگ میں مدغم ہو جانا چاہئے۔

مذہبی جماعتوں کے بارے میں میرا جو موقف رہا ہے آج میں اس میں کچھ ترمیم کر رہا ہوں۔ مذہبی جماعتوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہیں یکجا ہو جانا چاہئے۔ میں اس وقت یہ عرض کروں گا کہ اول تو یہ ناممکن ہے۔ امکان یہی ہے کہ ان میں سے ایک اگر مشرق میں جائے گی تو دوسری مغرب میں اور تیسری جنوب میں جائے گی۔ اور جو بھی بڑی سیاسی قوتیں جو وڈیروں اور سرمایہ داروں پر مشتمل ہیں' یہ انہی کا ضمیمہ بنیں گی۔ اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو' لیکن نظر تو یہی آتا ہے۔ لیکن اگر تمام جماعتیں جمع بھی ہو جائیں 'جمعیت علمائے اسلام' جمعیت علمائے پاکستان اور جماعت اسلامی متحد ہو جائیں تب بھی واقعہ یہ ہے کہ سیکولر قوتوں کو فائدہ حاصل ہو گا کہ مسلم لیگ اور ان اسلام پسند جماعتوں کے درمیان ووٹ تقسیم ہو جائیں گے۔ اس اعتبار سے یہ اب بھی ہوش میں آجائیں اور متحدہ محاذ آرائی اور آئی جے آئی وغیرہ کا خناس ذہن سے نکال کر مسلم لیگ کو مضبوط بنائیں۔ وہ عناصر اس کے اندر شامل ہوں جو یہ سمجھتے ہوں کہ الیکشن کے راستے سے یہاں اسلام آسکتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ جمہوریت اور دستوریت اس ملک میں لفظ اور روح دونوں اعتبار سے جاری رہنی چاہئے۔ اس ملک میں جمہوریت بھی ہو اور اس کے ساتھ دستور و قانون کی پابندی بھی۔ اور ان پر صرف لفظ کی حد تک (To the letter) نہیں' بلکہ اس کی روح کے اعتبار سے (To the spirit) عمل پیرا ہونا ضروری ہے' ورنہ یہ ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اس اعتبار سے میں چند باتیں مزید عرض کر رہا ہوں۔

(۱) صدر اسحٰق خاں نے ۶ر اگست کو جو قدم اٹھایا ہے وہ اگر دستور کے خلاف ہے تو عدالت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ پیپلز پارٹی عدالت میں گئی بھی ہے اور اسے جانا بھی چاہئے۔ وہ پوری قوت کے ساتھ جائے۔ میں اس کو زیر بحث نہیں لانا چاہتا۔

(۲) صدر صاحب نے جو طویل فرد جرم اپنی ایک گھنٹے کی تقریر میں عائد کی ہے اس طویل فرد جرم کا اگر ۱۰ را بھی صحیح ہے تو بھی اسمبلیوں کا توڑا جانا بالکل جائز ہے۔ جو جرائم بیان

کئے گئے ہیں اور جو الزامات عائد کئے گئے ہیں جو واقعتاً اتنے بھیانک اور سنگین ہیں کہ ان کا دسواں حصہ درست ہونے کی صورت میں بھی صدر صاحب کا اقدام جائز ہے۔ لیکن اگر وہ سب کے سب درست ہیں تو پھر صدر اسحٰق صاحب خود مجرم قرار پاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی آئینی ذمہ داری پوری کرنے میں اتنی دیر کیوں لگائی؟ وہ گویا کہ اس پورے کھیل میں خاموش تماشائی بنے رہے ہیں اور اس طریقے سے اعانتِ جرم (Abetment) کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہوں نے اگر اتنا انتظار اور صبر کیا ہے تو غلط کیا ہے۔

(۳) البتہ انہوں نے جو عبوری حکومت تشکیل دی ہے وہ جمہوریت اور دستور کی روح کے قطعاً منافی ہے اور خالص انتقامی معاملہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک گروپ کو ٹارگٹ بنایا گیا ہے اور اس کے دشمنوں کو جمع کر لیا گیا ہے۔ یہ چیز اس ملک کے لئے اچھی نہیں ہے۔ اس میں ان کی جانبداری بالکل ثابت ہو گئی ہے اور یہ چیز یہاں سے جمہوریت کا جنازہ نکال دے گی۔ آپ چاہے لفظی طور پر قانون کے تقاضے پورے کر لیں لیکن اس طرح اس کی روح ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اس لئے میرے نزدیک صدر صاحب اگر اب بھی اس کی تلافی کریں تو ان نگران حکومتوں کو ختم کر کے یا تو ریٹائرڈ جج صاحبان کو لے آئیں۔ ان کے بارے میں قوم کو اعتماد ہو گا کہ وہ غیر جانبدار ہوں گے۔ یا پھر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے سپیکرز کو لے آئیں' کیونکہ اگلی اسمبلیاں قائم ہونے اور ان کے سپیکرز کا انتخاب ہونے تک موجودہ سپیکرز کے عہدے برقرار ہیں۔ صدر صاحب اب بھی اگر اس کے اندر اصلاح کر لیں تو بہتر ہے' ورنہ صرف ایک گروپ کے دشمنوں کو جمع کر دینا' جیسا کہ خود نگران وزیر اعظم نے کہا ہے کہ ہم پیپلز پارٹی کے تمام دشمنوں کو جمع کر لیں گے' یہ کوئی مثبت طریق کار تو نہیں ہے۔ یہ تو درحقیقت "حُبِّ علیؓ" نہیں "بغضِ معاویہؓ" ہے۔ حُبِّ علیؓ کی بنا پر قدم اٹھایئے تو وہ مثبت ہو گا اور قوم و ملک کے لئے مفید ہو گا لیکن اگر 'بغضِ معاویہ' کی بنیاد پر کوئی اتحاد وجود میں آیا تو خیر کے لئے کوئی پیش قدمی نہیں ہو سکتی۔

(۴) اگلی بات عرض کر رہا ہوں کہ انتخابات کسی صورت ملتوی نہیں ہونے چاہئیں۔ یہاں تک کہنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ اگر خدانخواستہ سرحدوں پر حالات بہت ہی زیادہ مخدوش ہو جائیں تب بھی ملتوی نہیں ہونے چاہئیں۔ اپنے سامنے ایران کی مثال رکھئے کہ عراق کے ساتھ جنگ جاری تھی مگر الیکشن ہوئے لہٰذا الیکشن کا معاملہ کسی بھی صورت میں

ملتوی نہیں ہونا چاہئے۔

(۵) احتساب کے بہانے سے کسی گروپ کو یا کسی نمایاں شخصیت کو الیکشن میں حصہ لینے سے روکا نہ جائے۔ یہ بات سارے اعتبار کو ختم کرکے رکھ دے گی۔ اس سے جمہوریت کی روح ختم ہو جائے گی۔ میرا اندازہ ہے کہ اب بھی جو مینڈیٹ ہو گا وہ منقسم ہو گا۔ اب بھی جو حکومت آئے گی وہ مستحکم نہیں ہوگی۔ ظاہر ہے کہ پیپلز پارٹی پنجاب میں پہلے سے اور زیادہ کمزور ہوگی۔ سندھ میں بھی وہ پہلے والی صورت اب نہیں ہوگی۔ اس کے بارے میں غلام مصطفےٰ جتوئی صاحب نے جو بات کہی ہے یقیناً صحیح ہے کہ اب الیکشن کے رزلٹ بالکل وہی نہیں ہوں گے۔ اب وہاں سے جتوئی صاحب وزیر اعظم ہیں اور جام صادق صاحب کی وہاں صوبائی حکومت ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ نگران حکومت میں جس کو بھی لیا گیا ہے پیپلز پارٹی یا چند لوگوں کی دشمنی کی بنیاد پر لیا گیا ہے۔ تو یہ چیزیں ہمارے معاشرے میں مؤثر تو ہوں گی۔ لیکن میں پھر بھی یہ سمجھتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کم از کم سندھ سے واحد اکثریتی جماعت ہوگی۔ اگر وہ حکومت نہ بنا سکی تو کسی دوسری حکومت کو چلنے بھی نہیں دے گی۔ جو کچھ معاملہ پہلے ہوتا رہا ہے وہی کچھ ہو گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اگلی حکومت شاید ایک سال بھی نہ نکال پائے اور پھر الیکشن ہو جائیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ وہ تو جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ہماری مسلح افواج کے سربراہ کی بات صحیح ہے کہ بار بار الیکشن ہو جانے سے یہ گند دھلے گا۔ لیکن الیکشن وہ ہونا چاہئے جو واضح طور پر آزادانہ اور منصفانہ ہو۔ پچھلے الیکشن کے بارے میں اگرچہ بے نظیر نے کہا تھا کہ پنجاب میں نواز شریف صاحب کی حکومت کی وجہ سے دھاندلی ہوئی ہے، لیکن باقی پوری دنیا نے مانا کہ یہ الیکشن غیر جانبدارانہ اور منصفانہ تھا۔ تو جب تک یہ بات نہ ہوگی کہ دنیا اسے قابلِ اعتبار تسلیم کرے، اس وقت تک ہم الیکشن کے ذریعے وہ مطلوبہ خیر حاصل نہیں کر سکتے جس سے ملکی حالات اور ملک کے مستقبل کو مخدوش بنانے سے روکا جا سکتا ہے۔

میں نے اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے یہ چند باتیں عرض کر دی ہیں۔ جو مشورے ضروری سمجھے ہیں نصح و خیر خواہی کے جذبے سے پیش کر دیئے ہیں۔ میں نے ہمیشہ جس بات کو صحیح سمجھا ہے اسے علیٰ رؤس الاشہاد کہا ہے۔ ڈیڑھ سال قبل میں نے نواز شریف صاحب کو وزارتِ اعلیٰ سے مستعفی ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ آج بھی تو گھر بیٹھے

ہوئے ہیں۔ اگر اس وقت استعفا دیتے اور مسلم لیگ کو منظم اور مستحکم کرتے تو آج مسلم لیگ کی صورت حال مختلف ہوتی۔ ان کی پرعزم جواں شخصیت میں محنت و صلاحیت کا مادہ تھا جو وقت نے ثابت کیا ہے۔ اسی کے حوالے سے ان سے کہا تھا کہ حکومت سے باہر آ جائیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ جونیجو صاحب اور پیر پگاڑا صاحب کے ساتھ ان کی کشمکش اسی بنا پر چلتی رہی، مسلم لیگ ٹکڑوں میں بٹ رہی اور ابھی تک بٹی ہوئی ہے کیونکہ وہ یہی کہہ رہے تھے کہ یا تو چیف منسٹر بنو' یا پنجاب مسلم لیگ کے صدر رہو۔ دونوں میں سے ایک عہدہ چھوڑ دو۔ اور یہ بات معقول تھی' بہت صحیح تھی۔ اگر وہ وقت لگایا ہوتا مسلم لیگ کو مستحکم کرنے میں تو اِس وقت بہت ہی پرامید صورت حال ہمارے سامنے ہوتی' ایک بہت روشن مستقبل ہمارے سامنے ہوتا۔ بہرحال بیچ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں! وہ وقت تو خیر سے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اب بھی میں نے جو مشورے دیئے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ لوگوں کو توفیق دے کہ وہ وقتی' فوری' گروہی اور جماعتی مصلحتوں اور مفادات سے بالاتر ہو کر میری بات پر غور کر سکیں۔ میں خود اس میدان کا کھلاڑی نہیں ہوں' کسی کا سیاسی حریف نہیں ہوں' کسی کا ساتھی نہیں ' کسی کا دشمن نہیں۔ ملک اور اسلام کے حوالے سے جو بات صحیح نظر آتی ہے وہ عرض کرتا ہوں اور جو بات سامنے نظر آتی ہے اس کو بیان کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات ○○

ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی

کے دروس قرآن اور خطابات عام

کے پانچ سو سے زائد آڈیو / ویڈیو کیسٹس سے

بالکل مفت استفادہ کیجئے

نشر القرآن کیسٹ لائبریری

۳۶۔ سوک سنٹر۔ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔ فون: ۸۵۷۵۷۳

پیلو کی بازیافت
مسواک سے
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تک
پیلو کے موثر اور مجرب اجزا پر مشتمل ایک مکمل طبی ٹوتھ پیسٹ پیش کر کے ہمدرد نے
حفظِ دنداں کی دنیا میں بھی اوّلیت حاصل کر لی ہے۔
پیلو صدیوں سے دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی مضبوطی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔
ہمدرد کی تحقیقِ جدید نے پیلو کے ان افادی اجزاء اور دوسری مجرب جڑی بوٹیوں سے ایک جامع
فارمولے کے مطابق ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تیار کیا جو پوری طرح دانتوں اور مسوڑھوں
کی حفاظت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
ہمدرد
پیلو ٹوتھ پیسٹ
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
پیلو کے اوصاف
مسوڑھے مضبوط دانت صاف
اسلامی اخلاق
پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو
Adarts-HTP-3/85

الہدیٰ
قسط: ۶۸

مباحث جہاد فی سبیل اللہ
درس ۳

جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے موضوع پر
قرآن حکیم کی جامع ترین سورۃ
سُورۃ الصَّف

(۱)

مطالعۂ قرآن حکیم کے جس منتخب نصاب کا سلسلہ وار مطالعہ ہم کر رہے ہیں اس کے چوتھے حصے میں سورۃ الحج کے آخری رکوع کے بعد اب ہمیں بالترتیب سورۃ الصّف اور سورۃ الجمعہ کا مطالعہ کرنا ہے۔ یہ دونوں سورتیں ایک حسین و جمیل جوڑے کی صورت میں "سلسلۂ مسبّحات" کے بالکل وسط میں وارد ہوئی ہیں۔ اس سے قبل سورۃ التحریم کے درس کے ضمن میں بھی یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ قرآن مجید کی اکثر سورتیں جوڑوں کی شکل میں ہیں۔ کسی ایک مضمون پر جس کے دو رُخ یا دو پہلو ہوں' بالعموم دو علیحدہ سورتوں میں بحث ہوتی ہے۔ اور دونوں سورتیں مل کر اُس ایک مضمون کی تکمیل کرتی ہیں۔

قرآن حکیم کی سورتیں اور آیات

اس مرحلے پر چونکہ ہم قرآن حکیم کی ایسی دو سورتوں کا مطالعہ کرنے والے ہیں جن کا باہم جوڑا ہونا بہت نمایاں ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر مصحف کی ترتیب سے متعلق اور سورتوں کی گروپ بندی (Groupings) کے بارے میں کچھ بنیادی باتیں عرض کر دی جائیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ایک مجموعی اور عمومی تعارف اور اس کے ساتھ ایک ذہنی مناسبت پیدا ہونے میں مدد مل سکے۔

اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کی اکائی 'آیت' ہے اور قرآن حکیم چھ

ہزار سے زائد آیات پر مشتمل ہے۔ آیت کے معنی ہیں نشانی۔ اس لفظ سے دراصل اس حقیقت کی جانب رہنمائی ملتی ہے کہ قرآن حکیم کی ہر آیت علم و حکمت کا ایک موتی اور اللہ کے علمِ کامل اور اس کی حکمتِ بالغہ کی نشانی ہے۔ بعض آیات صرف حروف مقطّعات پر مشتمل ہیں، بعض مرکباتِ ناقصہ پر مشتمل ہیں، اسی طرح بہت سی آیات ایسی ہیں جو مکمل جملوں پر مشتمل ہیں جبکہ ایسی بھی بہت سی آیات ہیں جن میں متعدد جملے آ جاتے ہیں۔ یہ معاملہ کسی لغوی، نحوی یا اجتہادی اصول پر مبنی نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ تمام امور توقیفی ہیں، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے ہی سے امت کو معلوم ہوئے۔ آیات جمع ہو کر سورتوں کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ سورتوں کی کُل تعداد ایک سو چودہ ہے جو متفق علیہ ہے۔ "سورہ" کے لغوی معنی کے ضمن میں یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اس کے معنی ہیں فصیل۔ اس لفظ کے استعمال سے گویا یہ نقشہ سامنے لے آیا گیا کہ قرآن حکیم کی ہر سورہ علم و حکمت کا ایک شہر ہے، جس کے گرد ایک فصیل موجود ہے۔ آیات ہی کی طرح سورتیں چھوٹی بھی ہیں بڑی بھی ہیں۔ سب سے چھوٹی سورتیں تین ہیں جو تین تین آیات پر مشتمل ہیں۔ انہی میں سے ایک سورۃ العصر ہے جو ہمارے اس منتخب نصاب کا نقطۂ آغاز ہے۔ بقیہ دو سورتیں، سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر ہیں۔ طویل ترین سورتیں قرآن حکیم کی وہ ہیں جو سورۃ الفاتحہ کے بعد مصحف کے بالکل آغاز میں آئی ہیں۔ یعنی سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدہ، سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف۔ سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے۔ بعض سورتیں وہ ہیں جو بیک وقت ایک مربوط اور مسلسل خطبے کی شکل میں نازل ہوئیں، لیکن بہت سی سورتوں میں تدوین و ترتیب کا معاملہ بھی ہوا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت ہوا۔ کہ بعض آیات نازل ہوئیں اور حضور نے فرمایا ان آیات کو فلاں سورہ میں فلاں آیتوں کے بعد رکھ دو!۔۔۔۔۔۔ بہرحال یہ ترتیب اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل کی رہنمائی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود معیّن فرمائی۔

سات احزاب

سورتوں کی ایک تقسیم جو بہت معروف ہے وہ ان کے زمانۂ نزول کے حوالے سے ہے۔ کچھ سورتیں مدنی ہیں، کچھ مکی ہیں۔ یعنی کچھ سورتیں وہ ہیں جو ہجرت سے قبل نازل ہوئیں

اور کچھ سورتیں وہ ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔

______ اب ترتیبِ مصحف کی طرف آیئے اور سورتوں کی گروپنگ کو سمجھنے کی کوشش کیجئے! ______ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب جس سے ہم واقف ہیں اور جو دورِ نبوی سے چلی آرہی ہے' ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے نہیں ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے' اس پر کچھ مزید عرض کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اس ترتیبِ مصحف میں سورتیں جس طرح ایک دوسرے کے بعد رکھی گئی ہیں اور ان میں جو گروپ بندی کی گئی ہے ان میں سے ایک گروپ بندی یا Grouping تو وہ ہے کہ جس کا ذکر ہمیں دورِ نبویؐ اور دورِ صحابہؓ سے ملتا ہے جس کی رُو سے قرآن حکیم کی سورتیں سات احزاب یا سات منزلوں میں منقسم ہیں۔ یہ درحقیقت بغرضِ تلاوت قرآنِ حکیم کو سات قریباً مساوی حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ آغاز میں تقریباً ہر مسلمان ہر ہفتے قرآن مجید کی تلاوت مکمل کیا کرتا تھا لہٰذا ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن حکیم کو سات تقریباً مساوی حصوں میں تقسیم کردیا جائے تاکہ ایک شخص روزانہ ایک حصّہ' ایک حزب یا ایک منزل پڑھ کر ایک ہفتے میں قرآن مجید ختم کرلیا کرے۔ یہ تقسیم جیسا کہ عرض کیا گیا' دورِ صحابہؓ میں موجود تھی۔ اس تقسیم میں سورتوں کو کہیں توڑا نہیں گیا' کوئی فصیل مجروح نہیں کی گئی بلکہ پوری پوری سورتیں گروپ کی گئیں۔ چنانچہ اس تقسیم میں ایک ظاہری حسن بھی پیدا ہوگیا ہے۔ سورۃ الفاتحہ کو چھوڑ کر کہ وہ پورے قرآن مجید کے لئے ایک دیباچے اور مقدمے کی حیثیت رکھتی ہے' پہلا حزب یا پہلی منزل تین سورتوں پر مشتمل ہے' دوسرا پانچ سورتوں پر' تیسرا حزب سات سورتوں پر' چوتھا نو پر' پانچواں گیارہ پر' چھٹا تیرہ سورتوں پر اور اس کے بعد ساتواں 'حزبِ مفصل' کہلاتا ہے۔ اس میں سورتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے' اس لئے کہ قرآن مجید کے آخر میں حجم کے اعتبار سے بہت چھوٹی چھوٹی سورتیں جمع ہیں۔

پارے اور رکوع

یہ سات منزلیں یا سات احزاب دورِ نبویؐ اور دورِ صحابہؓ میں موجود تھے۔ البتہ دو تقسیمیں بعد میں کی گئی ہیں جن کا دورِ نبویؐ اور دورِ صحابہؓ میں ذکر نہیں ملتا۔ ایک قرآن حکیم کی تیس پاروں میں تقسیم' جو درحقیقت اُس دور کی تجویز کردہ ہے جب مسلمانوں کا

جذبۂ ایمان کچھ مدہم پڑ گیا تھا اور تلاوتِ قرآن کے ضمن میں وہ سابقہ معمول کہ ہر ہفتے میں قرآن مجید ختم کر لیا جائے اب کچھ لوگوں پر گراں گزر رہا تھا۔ چنانچہ اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ قرآن مجید کو تیس حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ ہر مسلمان روزانہ ایک حصہ پڑھ کر ایک مہینے میں تلاوتِ قرآن مکمل کر لیا کرے۔ لیکن یہ تقسیم فی الواقع بڑی ہی مصنوعی اور Arbitrary ہے اور قطعی طور پر کسی بھی اصول پر مبنی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ یہ ظلم بھی کیا گیا ہے کہ سورتوں کی فصلیں توڑ دی گئی ہیں اور نہایت بھونڈے طریقے سے توڑی گئی ہیں۔ مثلاً سورۃ الحجر کی ایک آیت تیرہویں پارے میں جبکہ بقیہ پوری سورہ چودہویں پارے میں چلی گئی ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ کسی کے پاس قرآن حکیم کا کوئی ایک نسخہ تھا اور اس نے اس کے صفحات گن کر برابر برابر تیس حصوں میں تقسیم کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب ممالک میں جو قرآن مجید طبع ہوتے ہیں ان میں بالعموم ان پاروں کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہوتا۔ ایک دوسری تقسیم جو کی گئی' اور وہ بھی بغرضِ سہولتِ تلاوت کی گئی تھی' وہ ہے سورتوں کی تقسیم رکوعوں میں۔ اس میں پیش نظر یہ تھا کہ طویل سورتوں کو جن کا نماز کی ایک رکعت میں پڑھنا مشکل ہے' اس طرح کے حصوں میں تقسیم کر دیا جائے کہ ایک ایک حصہ ایک رکعت میں بہ آسانی پڑھا جا سکے۔ اس طرح طویل سورتیں رکوعوں میں منقسم ہو گئیں۔ آخری پارے کی اکثر سورتیں صرف ایک ایک رکوع پر مشتمل ہیں اس لئے کہ ان کو ایک رکعت میں بہ آسانی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد پیچھے کی طرف آیئے تو ذرا طویل سورتیں ہیں جو دو دو رکوعوں کی سورتیں ہیں۔ پھر مزید طویل سورتیں ہیں جو تین تین اور چار چار رکوعوں پر مشتمل ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن حکیم کی طویل ترین سورہ' سورۃ البقرہ ہے جو چالیس رکوعوں پر مشتمل ہے۔ یہ تقسیم جس نے بھی کی ہے یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس نے مضامین کا لحاظ رکھا ہے۔ عام طور پر رکوع کا اختتام ایسے ہی موقع پر کیا گیا ہے کہ جہاں ایک مضمون مکمل ہو جائے اور سلسلۂ کلام ٹوٹنے نہ پائے۔ بہرحال پاروں اور رکوعوں کی یہ تقسیم دورِ صحابہؓ میں موجود نہیں تھی' یہ بعد کے زمانے سے متعلق ہے۔

سورتوں کی ایک نئی گروپ بندی

البتہ قرآن حکیم کی سورتوں کی ایک گروپنگ (Grouping) اور بھی ہے جس کی

جانب ماضی قریب ہی میں بعض محققین کی نگاہ گئی ہے۔ انہوں نے قرآن حکیم میں اس حقیقت کا مشاہدہ کیا کہ مکی اور مدنی سورتوں کو کچھ اس طرح آپس میں جوڑا گیا ہے' اکٹھا کیا گیا ہے کہ اس سے سات گروپ وجود میں آ گئے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ قرآن حکیم کی سورتوں کے ہر گروپ کا آغاز ایک یا ایک سے زائد مکّی سورتوں سے ہوتا ہے اور اس کا اختتام ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتوں پر ہوتا ہے اور اس طرح مکّی اور مدنی سورتیں مل کر ایک گروپ کو مکمل کرتی ہیں۔ ایک گروپ کے مکمل ہونے پر آپ دیکھیں گے کہ دوسرا گروپ شروع ہو گا۔ پھر آغاز میں مکّیات آئیں گی اور ان کے بعد پھر مدنیات۔ اور اس طرح دوسرا گروپ مکمل ہو جائے گا۔ پھر تیسرے گروپ کا آغاز بھی ایک یا زائد مکّی سورتوں سے ہو گا جن کے بعد پھر مدنی سورتیں آئیں گی اور گروپ مکمل ہو جائے گا۔ اس طرح مکّی اور مدنی سورتوں کے بھی سات ہی گروپ سامنے آتے ہیں۔ ان میں سے ہر گروپ کا ایک مرکزی مضمون ہے جو اس گروپ میں شامل مکّی اور مدنی سورتوں میں قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتا ہے۔ یا یوں کہئے کہ ہر گروپ کا ایک مرکزی خیال 'ایک عمود (Central Axis) ہوتا ہے جس کے ساتھ اس گروپ کی تمام مکی اور مدنی سورتیں مربوط ہوتی ہیں۔

اس طریقے سے قرآن مجید کی سورتوں کے جو سات گروپ وجود میں آئے ہیں ان میں سے پہلے گروپ میں مکی سورہ صرف ایک ہے یعنی سورۃ الفاتحہ۔ جبکہ اس گروپ میں چار انتہائی طویل مدنی سورتیں شامل ہیں: البقرہ' آل عمران' النساء اور المائدہ۔ دوسرا گروپ اس اعتبار سے متوازن ہے کہ اس میں دو سورتیں مکّی اور دو ہی مدنی سورتیں شامل ہیں۔ سورۃ الانعام اور الاعراف مکی ہیں اور سورۃ الانفال اور التوبہ مدنی ہیں۔ تیسرے گروپ کی مکّیات کا سلسلہ بہت طویل ہے جو گیارھویں پارے میں سورہ یونس سے شروع ہو کر اٹھارویں پارے تک چلا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک مدنی سورہ آتی ہے یعنی سورۃ النور' اور اس پر گروپ مکمل ہو جاتا ہے۔ پھر مکّیات کا سلسلہ سورۃ الفرقان سے شروع ہو کر بائیسویں پارے تک چلا گیا ہے جس کے بعد سورۃ الاحزاب مدنی سورہ ہے جس پر چوتھا گروپ مکمل ہوتا ہے۔ اس طریقے سے مکّیات اور مدنیات پر مشتمل قرآن حکیم کی سورتوں کے سات گروپ وجود میں آتے ہیں کہ جن میں ایک معنوی تقسیم بھی نظر آتی ہے کہ ہر گروپ کا اپنا ایک مرکزی مضمون ہے جس کی تکمیل اس گروپ میں شامل مکی اور مدنی سورتیں مل کر کرتی ہیں۔

مدنی سورتوں کا سب سے بڑا گلدستہ

اب آیئے اس اصل موضوع کی طرف جس کے ضمن میں یہ ساری بات زیر بحث آئی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس پہلو سے قرآن حکیم کی سورتوں کا جو چھٹا گروپ بنتا ہے' اس میں سورۃ الصّف اور سورۃ الجمعہ شامل ہیں۔ یہ گروپ بعض اعتبارات سے ایک خصوصی شان کا حامل ہے۔ اس کے آغاز میں سورۃ قٓ سے سورۃ الواقعہ تک سات مکی سورتیں ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے جانتے ہیں کہ آہنگ (Rhythm) اور روانی کے اعتبار سے قرآن حکیم میں ان سورتوں کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ ان سب کا مرکزی مضمون ہے آخرت اور اسی پر مختلف پہلوؤں سے ان سورتوں میں روشنی ڈالی گئی ہے۔۔۔ انہی میں سورۃ الرحمٰن بھی شامل ہے جسے "عروس القرآن" کہا گیا ہے۔ الفاظ کا حسن اور تراکیب اور بندشوں کی بے مثل خوبصورتی اور اچھوتا پن ان سورتوں کا امتیازی اور مشترک وصف ہے۔ ان سات مکی سورتوں کے بعد اس گروپ میں دس مدنی سورتیں شامل ہیں۔ بلحاظِ تعداد مدنی سورتوں کا یہ سب سے بڑا اور خوبصورت اکٹھ (Constellation) ہے جس کی کوئی اور نظیر قرآن حکیم میں موجود نہیں۔ ویسے حجم کے اعتبار سے پہلے گروپ میں جو چار مدنی سورتیں یعنی البقرہ' آل عمران' النساء اور المائدہ شامل ہیں' وہ بہت طویل ہیں۔ لیکن بہرحال سورتوں کی تعداد وہاں چار ہی ہے۔ جبکہ یہاں دس مدنی سورتیں مسلسل وارد ہوئی ہیں۔ ستائیسویں پارے کی سورۃ الحدید سے ان کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اٹھائیسویں پارے کی آخری سورہ' سورۃ التحریم پر ختم ہوتا ہے۔

زیر نظر مدنی سورتوں کے مشترک اوصاف

ان سورتوں میں کچھ چیزیں قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور چونکہ مطالعۂ قرآنِ حکیم کے اس منتخب نصاب میں مکمل سورتوں کی سب سے بڑی تعداد اسی گروپ سے ہے لہٰذا اس نصاب کے مضامین کی تفہیم کے لئے اس گروپ میں شامل سورتوں کے مشترک امور کو سمجھ لینا مفید ہو گا۔ اس سے پہلے اس گروپ کی دو سورتیں ہم پڑھ چکے ہیں۔ منتخب نصاب کے حصّہ دوم میں جو مباحثِ ایمان پر مشتمل ہے' ہم نے سورۃ التغابن کا مطالعہ کیا تھا جو اس گروپ میں شامل ہے۔ اسی طرح حصّہ سوم میں اعمالِ صالحہ کی تفصیل کے ضمن میں عائلی زندگی اور اس سے متعلق اہم ہدایات پر مشتمل سورۃ التحریم کا ہم مطالعہ کر چکے ہیں جو

اس گروپ کی آخری سورہ ہے۔ اب اس مرحلہ پر اسی گروپ کی دو مزید سورتوں یعنی سورۃ الجمعہ اور سورۃ الصّف کا مطالعہ ہم کرنے والے ہیں۔ مزید بر آں ہمارے اس منتخب نصاب کے آخری حصے میں ہمیں سورۃ الحدید کا مطالعہ کرنا ہے جس سے اس گروپ کی مدنی سورتوں کا آغاز ہوتا ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مرحلے پر ان سورتوں کے بارے میں بعض بنیادی باتیں ذہن نشین کر لی جائیں تاکہ ہر مرحلے پر ان کے تکرار و اعادہ کی ضرورت نہ رہے۔

تمام خطاب امّتِ مسلمہ سے ہے!

پہلی چیز جو ان دس سورتوں میں قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہے یہ ہے کہ تقریباً ان سب کا زمانۂ نزول مدنی دور کا نصفِ آخر ہے۔ یہ وہ دور ہے جب مسلمانوں کا معاشرہ باقاعدہ وجود میں آ چکا تھا اور مسلمانوں کو غلبہ اور اقتدار بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو چکا تھا۔ گویا مسلمانوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ ان سورتوں میں خطاب کُل کا کُل مسلمانوں سے ہے بحیثیتِ امّتِ مسلمہ۔ ان میں یہود و نصارٰی سے یا مشرکینِ مکّہ سے خطاب آپ کو نہیں ملے گا' نہ بطرزِ دعوت و تبلیغ نہ بطورِ ملامت و زجر و توبیخ! خطاب کُل کا کُل امّتِ مسلمہ سے ہے' اہلِ کتاب یعنی یہود اور نصارٰی کا اگر کہیں حوالہ آیا بھی ہے تو محض نشانِ عبرت کے طور پر۔ ان میں بھی نصارٰی کی طرف Reference ان سورتوں میں محض دو مقامات پر ہے۔ جبکہ اکثر سورتوں میں یہود کو بطورِ نشانِ عبرت پیش کیا گیا ہے کہ اے مسلمانو جس مقام پر آج تم فائز کئے جا رہے ہو اس مقام پر اس سے پہلے بنی اسرائیل فائز تھے۔ تم سے پہلے کتابِ الٰہی کے حامل وہ تھے' انہیں توراۃ عطا کی گئی تھی جس میں ہدایت بھی تھی اور قانون و شریعت بھی' تم سے پہلے وہ قومِ اللہ کی نمائندہ امّت تھی جسے اڑھائی ہزار برس تک یہ مقامِ بلند حاصل رہا۔ لیکن جب انہوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے دین کے ساتھ غداری کی تو وہ اللہ کے غضب کا نشانہ بنے اور انہیں اس مقام سے معزول کر دیا گیا۔ اس سابقہ امت میں کن کن راستوں سے گمراہیاں آئیں' کس کس پہلو سے ان میں اخلاقی' اعتقادی یا عملی اضمحلال پیدا ہوا' اس کو اپنے سامنے بطورِ نشانِ عبرت رکھو! اس لئے کہ امتوں کی تاریخ ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں: "لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِي

كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ!"۔ "میری امت پر بھی وہ تمام حالات وارد ہوں گے کہ جو اس سے پہلے بنی اسرائیل پر آئے ہیں بالکل ایسے جیسے کہ ایک جوتا دوسرے جوتے سے مشابہ ہوتا ہے"۔ دونوں امتوں کے حالات میں مشابہت کے بیان میں اس سے زیادہ بلیغ تمثیل ممکن نہیں۔ آپ نے اس معاملے کو اس کی انتہا تک پہنچانے کے لئے یہ مثال بھی دی کہ اگر وہ (یعنی بنی اسرائیل) گوہ کے بل میں گھسے تھے تو تم بھی ضرور گھسو گے' اور اگر ان میں سے کوئی بدبخت اور شقی ایسا پیدا ہوا کہ اس نے اپنی ماں سے بدکاری کی ہو تو تم میں سے بھی کوئی ایسا بدبخت پیدا ہو کر رہے گا۔ تو ان سورتوں میں درحقیقت امتِ مسلمہ کے سامنے بطورِ نشانِ عبرت یہود اور نصاریٰ کے حالات بار بار لائے گئے اور اس طرح مسلمانوں کو پیشگی متنبّہ کیا جا رہا ہے کہ دیکھنا کہیں تم ان گمراہیوں کا شکار نہ ہو جانا!

اہم مضامین کے جامع خلاصے

تیسری قدرِ مشترک ان سورتوں میں یہ ہے کہ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے وہ اہم مضامین اور مباحث جو طویل مکی اور مدنی سورتوں میں بہت تفصیل سے آئے ہیں' ان کے گویا چھوٹے چھوٹے خلاصے نکال کر اس مقام پر جمع کر دیئے گئے ہیں۔ ایمان کے مباحث مکّی سورتوں میں بڑی لمبی بحثوں کی صورت میں پھیلے ہوئے ہیں۔ توحید' معاد اور آخرت کے مباحث اور ان کے لئے دلائل' پھر ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات طویل سورتوں میں بڑی تفصیل سے زیرِ بحث آئے ہیں' لیکن جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں ایمان اور اس کے ثمرات و لوازم کے بیان میں اٹھارہ آیات پر مشتمل سورۃ التغابن انتہائی جامع سورہ ہے۔ کوئی جاننا چاہے کہ ایمان کیا ہے' اس کے لوازم کیا ہیں' اس کے نتائج اور مضمرات کیا ہیں اور اس کے فکری و عملی تقاضے کیا ہیں تو سورۃ التغابن اس کے لئے کفایت کرے گی۔ اسی طرح نفاق کا مضمون طویل مدنی سورتوں میں (یعنی سورۃ النساء' سورۃ آل عمران اور سورۃ التوبہ میں) بڑے طویل مباحث پر پھیلا ہوا ملے گا کہ نفاق کسے کہتے ہیں' اس کی حقیقت کیا ہے' اس کا نقطہ آغاز کون سا ہے' اس مرض کی علامات کیا ہیں' اس کی ہلاکت خیزی کا عالم کیا ہے' اس سے بچاؤ کی تدابیر کیا ہیں' اگر اس کی چھوت لگ جائے تو اس کا علاج کیا ہے' یہ تمام امور ان سورتوں میں بڑی تفصیل سے زیرِ بحث آئے ہیں۔ لیکن ان تمام مضامین کا ایک جامع خلاصہ اور لبِّ لباب

ہمیں سورۃ المنافقون کی شکل میں عطا کر دیا گیا جو کُل گیارہ آیات پر مشتمل ہے اور اسی مجموعے میں شامل ہے۔ اسی طرح عائلی زندگی سے متعلق یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ قرآن حکیم میں سب سے زیادہ مفصل ہدایات اسی شعبۂ زندگی کے بارے میں دی گئی ہیں۔ گھر کا ادارہ انسان کی اجتماعی زندگی کی پہلی منزل ہے۔ اس ادارے کو کن خطوط پر استوار کیا جائے' بیویوں اور اولاد کے معاملے میں معتدل اور متوازن طرزِ عمل کون سا ہے' اگر طلاق کی نوبت آ جائے تو کن باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہو گا' ان موضوعات پر دو دو رکوعوں پر مشتمل دو انتہائی جامع سورتیں (سورۃ الطّلاق اور سورۃ التحریم) بھی اسی کُل دستے میں شامل ہیں۔ اس طرح یہ دس سورتیں گویا مختلف اعتبارات سے قرآن حکیم میں طویل بحثوں میں پھیلے ہوئے اہم مباحث کے خلاصوں کی حیثیت رکھتی ہیں جن کو ایک مقام پر یکجا کر دیا گیا ہے۔ اور یہی درحقیقت سبب ہے اس کا کہ ان دس سورتوں میں سے چھ ہمارے اس منتخب نصاب میں شامل ہیں۔ سورۃ الحدید' سورۃ الصف' سورۃ الجمعہ' سورۃ المنافقون' سورۃ التغابن اور سورۃ التحریم۔

سرزنش اور ملامت کا اسلوب

ایک اور وصفِ مشترک یا قدرِ مشترک ان سورتوں میں یہ نظر آتا ہے کہ امّتِ مسلمہ سے خطاب میں بالعموم کچھ ملامت کا سا اور جھنجھوڑنے کا سا انداز جھلکتا نظر آتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے امت کے بعض طبقات کے جذباتِ ایمانی اور جوشِ جہاد میں کچھ کمی واقع ہو گئی تھی' ان کا جذبۂ انفاق کچھ سرد پڑ رہا تھا اور اب انہیں جھنجھوڑا جا رہا ہے' کچھ سرزنش کے انداز میں بھی اور کہیں کہیں ملامت اور زجر کے انداز میں۔ یہ انداز ان تمام سورتوں میں مشترک ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں دورانِ مطالعہ ہمارے سامنے آئیں گی۔ سورۃ الصّف میں فرمایا گیا: "لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ" ۔ اے مسلمانو' کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ "کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ" یہ چیز اللہ کے غضب کو بھڑکانے والی ہے کہ تم کہو جو کرتے نہیں ہو ـــــــ اسی طریقے سے سورۃ الجمعہ میں ڈانٹ کے سے انداز میں تنبیہہ کی گئی ہے کہ اے نبی' یہ کیا معاملہ ہوا کہ آپ کھڑے خطبہ دے رہے تھے اور مسلمان آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ کیا خطبے اور نمازِ جمعہ کے مقابلے میں کاروبارِ دنیوی انہیں

زیادہ عزیز ہو گیا ہے!! سورۃ الحدید میں یہی انداز ہے: "اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ"۔ کہ کیا اہلِ ایمان کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد میں اور جو کچھ کہ نازل ہوا ہے اللہ کی طرف سے اس کے سامنے۔ سورۃ التحریم میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایک معاملے میں ازواجِ مطہّرات کو سرزنش کی گئی ہے اور کم از کم ظاہرِ الفاظ کے اعتبار سے اس میں بڑی سختی موجود ہے۔ تو ان سورتوں میں یہ انداز بتکرار ملتا ہے۔

اس پیرایۂ بیان کا اصل سبب

اس ضمن میں یہ بات سمجھ لیجئے کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک دور تو وہ تھا جب کوئی شخص جان اور مال کی بازی کھیل کر ہی کلمۂ شہادت زبان پر لاتا تھا۔ مکّی دور میں یہی کیفیت تھی۔ ہر شخص جانتا تھا کہ کلمۂ شہادت کے زبان پر جاری ہوتے ہی ہر چہار طرف سے مخالفت کا طوفان امڈ پڑے گا، مصائب اور تکالیف کا سامنا ہوگا۔ ہو سکتا ہے اس کشمکش میں گھر بار سے تعلق توڑنا پڑے، تمام پرانے تعلقات اور دوستیوں کو خیرباد کہنا پڑے ۔ لہٰذا کلمۂ شہادت زبان پر لانے کا فیصلہ کوئی شخص اُسی وقت کرتا تھا جبکہ ایمان اس کے دل میں پورے طور پر جاگزیں اور راسخ ہو چکا ہوتا۔ لیکن یہ صورت حال تدریجاً بدل گئی۔ بالخصوص مدنی دور کے آخری زمانے کا خیال کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصلہ کُن اقتدار حاصل ہے، مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو گیا ہے اور اب وہ ایک حکمران طاقت کی حیثیت رکھتے ہیں، چنانچہ اب زبان سے کلمۂ شہادت ادا کرنا نہ صرف آسان ہو گیا ہے بلکہ یہ کلمہ اب انسان کے جان و مال کے تحفّظ کا ضامن بھی ہے۔ لہٰذا اب صورتِ حال وہ ہو گئی جس کا نقشہ سورۃ النّصر میں کھینچا گیا ہے: "اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ○ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ○" تو یہ لوگ جو فوج در فوج اور جوق در جوق دینِ اسلام میں داخل ہو رہے تھے، ظاہر بات ہے کہ ان کے ایمان کی کیفیت وہ نہیں تھی جو سابقون الاوّلون کے ایمان کی تھی۔ یہ بات اس سے پہلے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۴ میں آ چکی ہے۔ ایسے ہی لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا گیا تھا کہ تم یہ نہ کہو کہ ہم ایمان لے آئے، بس یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ (**قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ**)

اب ظاہر بات ہے جب ایک کثیر تعداد میں ایسے لوگ امّت میں شامل ہو گئے تو امت میں بحیثیتِ مجموعی جذباتِ ایمانی' جوشِ جہاد اور جذبۂ انفاق کا اوسط کم ہو گیا۔ یہ وہ اضمحلال ہے جس پر اُسی وقت گرفت کی گئی۔ اس میں درحقیقت بعد کے اَدوار کے لئے جبکہ امت میں بحیثیتِ مجموعی اضمحلال اور زوال پوری شدت کے ساتھ ظاہر ہونے والا تھا' پیشگی رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ اور اس طرح آئندہ کے ادوار میں یہ سورتیں مسلمانوں کی غیرتِ ایمانی کو للکارنے اور ان کے جوشِ جہاد اور جذبۂ انفاق کو از سرِ نو تازہ کرنے میں مہمیز کا کام دیں گی۔ ان کی تلاوت سے مسلمانوں میں یہ شعور پیدا ہو گا کہ وہ اپنا جائزہ لیں' اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور اگر ایمان کے اضمحلال کی متذکرہ بالا کیفیات انہیں اپنے باطن میں محسوس ہوں تو اس ضعف و اضمحلال کو دُور کرنے پر کمربستہ ہو جائیں ------

ہمارے لیے اِن سورتوں کی خصوصی اہمیت

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اِس دور میں کہ جس میں ہم سانس لے رہے ہیں' امّتِ مسلمہ زوال و انحطاط کی انتہاؤں کو چھو رہی ہے۔ مولانا حالی نے ان دو اشعار میں جو انھوں نے اپنی مسدّس کی پیشانی پر درج کئے ہیں' اس کا بڑا دردناک نقشہ کھینچا تھا:

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے — اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد — دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

اِس دور میں واقعہ یہ ہے کہ اگر اِن سورتوں پر امّت کی توجّہات کو مرتکز کر دیا جائے' ان کا فہم عام کر دیا جائے تو یہ مسلمانوں کے جذبۂ ایمان کی از سرِ نو بازیابی اور ان کے اندر جوشِ جہاد اور جذبۂ انفاق پیدا کرنے میں ان شاء اللہ العزیز انتہائی مفید اور ممد ثابت ہوں گی۔

المسبّحات

آخری بات ان سورتوں کے بارے میں یہ نوٹ کر لیجئے کہ ان دس سورتوں میں سے پانچ وہ ہیں کہ جن کا آغاز "سَبَّحَ لِلّٰہِ" یا "یُسَبِّحُ لِلّٰہِ" کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس دس کے گل دستے میں یہ پانچ سورتیں ایک اضافی اور نرالی شان کی حامل ہیں۔ ان سورتوں کو مجموعی طور پر 'المسبّحات' کا نام دیا گیا ہے۔ یعنی وہ سورتیں جن کا آغاز تسبیح

باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ ان میں سے تین وہ ہیں کہ جن میں آغاز میں "سَبَّحَ لِلّٰہِ" کے الفاظ وارد ہوئے۔ یعنی تسبیح کا ذکر فعل ماضی کی شکل میں کیا گیا ہے۔ جبکہ دو سورتوں کا آغاز ہوتا ہے "یُسَبِّحُ لِلّٰہِ" کے الفاظ سے۔ یہاں فعل مضارع لایا گیا ہے جو حال اور مستقبل دونوں کو محیط ہے۔ اس معاملے میں بھی ایک عجیب توازن نظر آتا ہے کہ سورۃ الحشر کی آخری آیت میں بھی یہ لفظ "یُسَبِّحُ" شامل ہے۔ اس طرح گویا تین مرتبہ "سَبَّحَ" اور تین ہی مرتبہ "یُسَبِّحُ" کے الفاظ ان سورتوں میں وارد ہوئے ہیں۔ دورانِ مطالعہ آپ محسوس کریں گے کہ امتِ مسلمہ کو جھنجھوڑنے، مسلمانوں کو ان کے فرائضِ دینی سے آگاہ کرنے اور بالخصوص انہیں آمادۂ عمل کرنے میں ان مسبحات کی تاثیر دوسری سورتوں سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ ان پانچ 'مسبّحات' میں سے چار اس منتخب نصاب میں شامل ہیں۔ اس سلسلے کی پہلی سورت ہے سورۃ الحدید۔ وہ یوں سمجھئے کہ ہمارے اس منتخب نصاب کا نقطۂ عروج ہوگی۔ گویا اس کا نقطۂ آغاز اگر سورۃ العصر ہے تو اس کی چوٹی (Climax) سورۃ الحدید ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ شجرِ ہدایت کا بیج اگر سورۃ العصر ہے تو اس کا پھل ہے سورۃ الحدید، جس پر ہمارا یہ منتخب نصاب انشاء اللہ تکمیل پذیر ہوگا۔ یہ چند باتیں اگر ذہن نشین کرلی جائیں تو امید ہے کہ قرآن مجید سے ایک عمومی تعارف میں بھی ممدّ و معاون ہوں گی اور خاص طور پر ان سورتوں کی اہمیت کو سمجھنے میں ان سے مدد ملے گی۔ انشاء اللہ۔

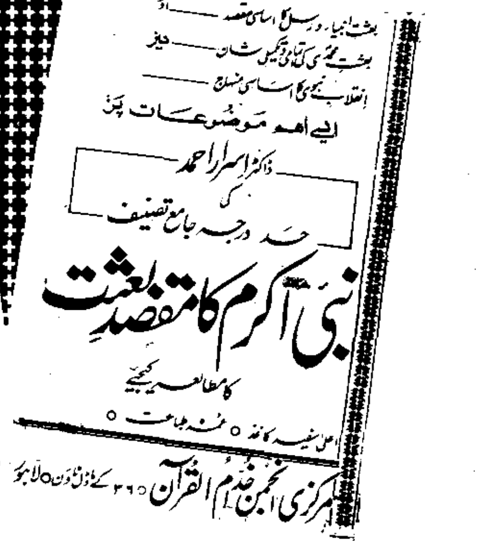

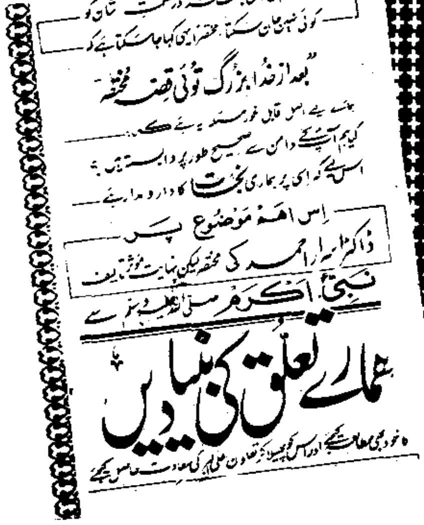

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بحیثیتِ

داعئ انقلاب

امیر تنظیم اسلامی، ڈاکٹر اسرار احمد

کا ایک پُرتاثیر اور فکر انگیز خطاب

(۶)

ترتیب و تسوید: (شیخ) جمیل الرحمٰن

ضروری وضاحت

محترم ڈاکٹر صاحب موصوف کے مندرجہ بالا خطاب کی قسط وار اشاعت کا سلسلہ جنوری ۱۹۸۹ء کے "میثاق" کے شمارے سے ہوا تھا اور اس کی پانچ اقساط (جنوری، فروری، مئی، جولائی اور اگست ۸۹ء کے شماروں میں شائع ہوئی تھیں۔ خطاب کا مسوّدہ M.S-PLACE ہو جانے کے باعث اگلی اقساط کی اشاعت میں تعطّل پیدا ہو گیا تھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ مسودہ مل گیا ہے لہٰذا چھٹی قسط ہدیۂ ناظرین ہے۔ پانچویں قسط کے آخر میں انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے چھٹے مرحلے یعنی "مسلح تصادم" کا ذکر شروع ہوا تھا۔ کلام میں تسلسل قائم رکھنے کی غرض سے پانچویں قسط کا کچھ حصہ اس چھٹی قسط میں شامل کیا جا رہا ہے جس سے ربطِ مضمون قائم رکھنے میں سہولت ہو گی۔ "میثاق" میں اس خطاب کی اشاعت کی تکمیل کے بعد ان شاء اللہ العزیز اسے مکمل کتابی شکل میں جلد شائع کر دیا جائے گا۔ امید ہے کہ یہ خطاب "منہجِ انقلاب نبویؐ" کی ضخیم کتاب کے خلاصے کی ضرورت کو بڑی حد تک پورا کرے گا۔

(ج۔ ر)

چھٹا مرحلہ : مسلّح تصادم کا آغاز

جیساکہ میں نے عرض کیاکہ اس مرحلے کے آغاز کا سبب دو واقعات ہیں۔ پہلا واقعہ تو اس آٹھویں مہم سے متعلق ہے جو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے " وادیٔ نخلہ " کی طرف روانہ فرمائی تھی۔ اس کا ذکر میں قدرے تفصیل سے کرنے والا ہوں۔ اس لیے کہ دراصل اسی واقعہ نے مکّہ میں جنگی جوش و خروش کی آگ بھڑکا دی تھی۔ دوسرا واقعہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُس اقدام سے متعلق ہے جو آپؐ نے ابوسفیان کے اُس تجارتی قافلے پر تاخت کرنے کے بارے میں فرمایا تھا جو شام جاتے وقت غزوۂ ذوالعشیرہ میں بچ نکلا تھا اور اب تجارتی مال سے لدا پھندا مکّہ واپس آرہا تھا۔

واقعۂ وادیٔ نخلہ : وادیٔ نخلہ مکّہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جو آٹھویں مہم ترتیب دی اس کا ذکر سریّہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے نام سے سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس کا خاص معاملہ یہ ہے کہ آپؐ نے عبداللہ بن جحشؓ کی سرکردگی میں مہاجرین میں سے بارہ افراد پر مشتمل ایک دستہ ترتیب فرمایا اور امیرِ لشکر کو ایک خط اس ہدایت کے ساتھ دے کر روانہ فرمایا کہ فلاں جانب کوچ کرو اور دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد خط کھول کر پڑھو اور اس کی تعمیل کرو۔ غور فرمائیے کہ رازداری کس درجہ کی ہے کہ خود کمانڈر کو بھی معلوم نہیں کہ وہ مہم کیا ہے جو میرے سپرد کی گئی ہے۔ وہؓ روانہ ہو گئے اور دو دن کی مسافت کے بعد خط کھولا۔ اس میں لکھا تھا کہ وادیٔ نخلہ جاکر قیام کرو اور قریش کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھو اور ان کے بارے میں ہمیں اطلاع دیتے رہو۔ میں آپ کو وادیٔ نخلہ کا محلِ وقوع بتا چکا ہوں کہ یہ وادی طائف اور مکّہ کے درمیان واقع ہے۔ قریش کے جو قافلے یمن جاتے تھے وہ اسی وادی سے گزر کر طائف ہوتے ہوئے یمن کی طرف جاتے تھے۔ یہ وادی مدینہ سے قریباً تین سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ چونکہ طویل سفر تھا اور بڑی سخت اور کٹھن مہم تھی لہٰذا عبداللہ بن جحشؓ نے اپنے ساتھیوں کو آزاد کر دیا کہ مجھے تو ہر صورت جانا ہے اس لیے کہ حضورؐ کا حکم ہے، البتہ تم میں سے جو میرا ساتھ دینا چاہے وہ دے، میں کسی کو مجبور نہیں کروں گا۔ سب نے کہا کہ حضورؐ کا حکم ہم سب کے لیے

ہے، اور آپؐ کا حکم ہمارے لیے واجب الاطاعت ہے۔ ہم کیسے واپس جا سکتے ہیں!
چنانچہ پورا دستہ وہاں پہنچ کر مقیم ہوگیا۔ وہاں قریش کے ایک مختصر قافلے سے جو صرف پانچ افراد پر مشتمل تھا اور جن کے ساتھ اونٹوں پر لدا ہوا کافی سامان تجارت موجود تھا، اچانک مڈبھیڑ ہوگئی۔ کوئی صورت حال ایسی پیدا ہوگئی کہ جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس میں کسی پیشگی ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اب دو ہی شکلیں تھیں کہ 'مارو یا مر جاؤ' اس کے سوا اور کوئی راستہ تھا ہی نہیں۔ چنانچہ مقابلہ ہوا اور نتیجہ یہ نکلا کہ مکّہ والوں میں سے ایک شخص عمرو بن عبداللہ الحضرمی قتل ہوگیا۔ اس کا باپ اگرچہ حضرموت کا رہنے والا تھا لیکن مکّہ میں امیہ بن حرب (ابوسفیان کے والد) کا حلیف تھا اور قریش کی روایات میں حلیف کا رشتہ بہت مضبوط ہوتا تھا۔ اس قافلے میں مغیرہ بن ولید کے دو پوتے، ایک آزاد کردہ غلام اور ایک دو سر قریشی شامل تھے۔ ان چاروں میں سے دو افراد جان بچا کر فرار ہوگئے اور بقیہ دونوں کو مسلمانوں نے قیدی بنالیا جن میں مغیرہ کا ایک پوتا بھی شامل تھا۔ یہاں نوٹ کرنے کے قابل یہ بات ہے کہ ہجرت کے بعد اس مسلح مڈبھیڑ میں پہلی بار مکّہ کا ایک کافر مسلمانوں کے ہاتھ قتل ہوا، دو قریشی کافر اسیر بنائے گئے اور قافلے کا مالِ تجارت بطور مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔
واپس آکر حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس واقعہ کی رپورٹ دی تو اس کے متعلق دو روایات ملتی ہیں۔ ایک یہ کہ آپؐ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور سرزنش فرمائی کہ میں نے تم کو جنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔ دوسری یہ کہ پوری صورتِ حال سن کر حضورؐ نے عتاب فرمایا نہ کوئی سرزنش فرمائی، اور مالِ غنیمت میں سے خمس بھی قبول فرمالیا۔ جو دو قیدی تھے ان کا فدیہ قبول کر کے انہیں آزاد فرما دیا۔ ان میں سے مغیرہ کا پوتا تو واپس مکّہ چلا گیا جبکہ دوسرے قیدی حکم بن کیسان آزاد ہونے کے بعد مسلمان ہوگئے اور انہوں نے مدینہ ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس آنیوالے قافلے کا معاملہ: وادیٔ نخلہ میں عمرو الحضرمی کے قتل، دو قریشیوں کی اسیری جن میں مغیرہ بن ولید جیسے معزز خاندان کا ایک فرد بھی شامل تھا اور پورے سامانِ تجارت کا مسلمانوں کے ہاتھ لگ جانے کی وجہ سے پورے مکّہ میں غیظ و غضب کی آگ لگی ہوئی تھی۔ لوگ بے قابو ہو رہے تھے اور انتقام کے لیے مدینہ پر چڑھائی کا مطالبہ کر رہے تھے کہ اسی ہیجان خیز صورتِ حال میں

ابوسفیان کی طرف سے مکہ میں ہنگامی پیغام پہنچ گیا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے خطرہ ہے کہ وہ اُس تجارتی قافلے پر تاخت کریں گے جو نہایت بیش قیمت تجارتی ساز وسامان سے لدا پھندا شام سے واپس آ رہا ہے۔ اس خبر نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ مکہ میں ٹھنڈے مزاج اور بردبار طبیعت کے حامل جو سردار اب تک آپس کی خون ریزی سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے وہ اُن تندخو، جوشیلے اور مشتعل مزاج لوگوں کے آگے بے بس ہو گئے، جن کا سرخیل تھا ابوجہل۔ اب ان کے ہاتھ میں فوج کشی کے لیے یک دقت بہت سی دلیلیں آ گئیں۔ پورے مکہ میں چیخ دپکار شروع ہو گئی کہ قتل کا بدلہ قتل، خون کا بدلہ خون ــ اب ہم ان صابیوں اور بے دینوں کی گردنیں مار کر ہی دم لیں گے۔ (مشرکین کے نزدیک تو اہل ایمان اپنے آبائی دین سے منحرف ہو کر بے دین ہو گئے تھے)۔ مکہ میں اس وقت انتقام کی جو آگ لگی ہوئی تھی آپ اس کا تصوّر کر سکتے ہیں کہ کسی قبائلی معاشرے میں اس نوع کے واقعات کس قدر اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور جوشِ انتقام کی کیفیات کس طرح ہوش و حواس پر غالب آجاتی ہیں! چنانچہ ایک ہزار جنگجوؤں کے لشکر نے کیل کانٹے سے لیس ہو کر مکہ سے سوئے مدینہ اس عزم و ارادہ سے کوچ کیا کہ توحید کی انقلابی دعوت کو ہمیشہ ہمیش کے لیے ختم کر کے دم لیں گے۔ گویا سانپ اپنے بل سے باہر آ گیا اور اسی کے نتیجے میں انقلاب محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسّلام کے چھٹے مرحلے 'مسلح تصادم' (ARMED CONFLICT) کا غزوۂ بدر کی صورت میں آغاز ہو گیا۔

چند اہم نکات: آگے بڑھنے سے قبل مناسب ہو گا کہ انقلاب نبویؐ کے پانچویں مرحلے یعنی اقدام کے ضمن میں تین اہم نکات اپنے ذہنوں میں تازہ کر لیجئے۔ یہ نکات اس نقطۂ نظر کی قطعی تردید کرتے ہیں کہ اہل ایمان نے تو محض اپنی مدافعت میں جنگ لڑی ہے!

پہلا نکتہ یہ کہ ہجرت کے بعد پہلا عَلَم جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بلند فرمایا تھا اور پہلے عَلَم بردار تھے اسد اللہ و اسد رسولہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

دوسرا نکتہ یہ کہ پہلا تیر چلا مسلمانوں کی طرف سے اور تیر چلانے والے تھے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے جان نثار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ

اور ـــــ

تیسرا نکتہ یہ کہ پہلا کافر عمرو الحضرمی قتل ہوا اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے جب کہ ہجرت کے بعد مشرکین کی طرف سے کسی مسلمان کے قتل کا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا۔ دو کافر اسیر بنائے گئے مسلمانوں کی طرف سے۔ اور پہلا مالِ غنیمت بھی اہلِ ایمان کے ہاتھ لگا۔

اس آخری نکتے کے متعلق اس بحث سے قطع نظر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا تھا یا نہیں، بہرحال یہ کام اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں بالفعل ہوئے ـــــ ظاہر بات ہے کہ جماعتی سطح پر تو یہی ہوتا ہے کہ انقلابی جماعت کا کوئی فرد جب کوئی اقدام کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری قائدِ انقلاب پر آتی ہے۔ یا پھر یہ ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بالکلیہ اظہارِ براءت فرماتے یا اقدام کرنے والوں کو سزا دیتے اور مشرکین کے نقصانات کی تلافی فرماتے۔ آپؐ نے ایسی کوئی شکل اختیار نہیں فرمائی۔ گویا آپ نے اپنے اصحابؓ کے اس اقدام کو قبول (OWN) فرمالیا۔

اب آئیے غزوۂ بدر کی طرف ـــــ

یوم الفرقان ۔ غزوۂ بدر

یہ بات عرض کی جاچکی ہے کہ غزوۂ بدر سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آٹھ مہمیں بھیجی تھیں ان میں چھٹی مہم جس کا ذکر کتبِ سیر میں غزوۂ ذوالعشیرہ کے عنوان سے ملتا ہے، دوررس نتائج کے اعتبار سے بڑی اہم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سفر اُس قافلے پر تاخت کے لیے اختیار فرمایا تھا جو ابوسفیان کی سرکردگی میں بہت سا سامانِ تجارت لے کر شام جا رہا تھا۔ لیکن چند دنوں کا فصل واقع ہوگیا اور قافلہ مسلمانوں کی پہنچ سے کافی دور جاچکا تھا۔

مدینہ میں پہلی مشاورت : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کہ وہ قافلہ بہت بیش قیمت سامانِ تجارت کے ساتھ واپس آرہا ہے تو آپؐ نے مدینہ میں ایک مشاورت منعقد فرمائی اور طے ہوا کہ اس قافلے کو روکنا ہے اور اُس کا وہ تمام مال واسباب قبضے میں لینا ہے جس کے دراصل حقدار وہ مہاجرین تھے جو اپنے اموال اور اثاثے مکہ ہی میں چھوڑ آئے تھے اور جن کی فروخت سے حاصل شدہ سرمائے سے یہ تجارتی قافلہ تشکیل دیا گیا تھا۔ اس مہم کے ذریعے

دراصل ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس آنے والے لشکر کو روکنا مقصود تھا، کوئی باقاعدہ جنگ (BATTLE) پیش نظر نہیں تھی۔ لہٰذا کسی خاص اہتمام اور تیاری کے بغیر لوگ نکل کھڑے ہوئے۔ ذہن میں رہے کہ اس مہم سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آٹھ مہمیں بھیجی تھیں، وہ سب کی سب مہاجرین پر مشتمل تھیں۔ کسی مہم میں کوئی انصاری صحابی شریک نہیں ہوئے تھے۔ لیکن اس مہم میں مہاجرین کی تعداد زیادہ مستند روایات کے مطابق تراسی تھی جب کہ انصاری صحابہؓ کو بھی اس میں شریک کیا گیا تھا اور ان کی تعداد دوسو تیئس[۲۳] تھی۔ مہاجرین کی تعداد سے کہیں زیادہ۔

مدینہ سے باہر دوسری مشاورت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے کافی دور نکل آئے تو آپؐ کو خبر ملی کہ مکہ سے ایک ہزار کا لشکر سوئے مدینہ روانہ ہو گیا ہے اور منزل پر منزل طے کرتا ہوا بڑھ رہا ہے۔ اب معاملہ دوطرفہ ہو گیا کہ شام کی طرف سے تجارتی قافلہ آ رہا ہے اور جنوب کی جانب سے لشکر چلا آ رہا ہے۔ اس موقع پر مدینہ سے باہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری مشاورت منعقد فرماتے ہیں۔ قرآن مجید میں سورۃ الانفال میں اس مشاورت کی جانب اشارہ موجود ہے۔ آیات کے بین السطور صاف پڑھا جا سکتا ہے کہ حضورؐ نے مشورۃً یہ بات پیش فرمائی کہ مسلمانو! ایک قافلہ شمال سے آ رہا ہے جس کے ساتھ صرف پچاس محافظ ہیں۔ مالِ تجارت بہت ہے۔ دوسری جانب ایک لشکر کیل کانٹے سے لیس جنوب کی طرف سے آ رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان دو میں سے ایک پر فتح کا وعدہ فرمایا ہے تو بتاؤ کدھر چلیں! — اس مشاورت کی جو تفاصیل ہمیں صحیح و معتبر کتبِ احادیث و سیرت مطہرہؐ سے ملتی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ چند لوگوں کی تجویز یہ تھی کہ قافلہ کی طرف چلا جائے — گمانِ غالب یہ ہے کہ یہ تجویز پیش کرنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہو گی کہ قافلہ پر بہ آسانی قابو پا لیا جائے گا۔ تجارتی ساز و سامان کے ساتھ بہت سا اسلحہ بھی ہاتھ لگے گا جو آئندہ جنگ میں کام آئے گا — بہر حال حضورؐ نے اس تجویز پر کوئی توجہ نہیں فرمائی اور ایسا محسوس ہوا کہ آپؐ کا منشاءِ مبارک کچھ اور ہے اور آپؐ کسی خاص بات کے منتظر ہیں۔

مہاجرینؓ کا جوش و خروش اور اظہارِ خیال: اس مرحلہ پر مہاجرین میں سے بعض حضرات نے تقریریں کیں کہ حضورؐ! آپؐ ہم سے کیا پوچھتے ہیں! آپؐ کا جو ارادہ ہو بسم اللہ کیجیے، ہم دل و جان کے ساتھ حاضر ہیں۔ تقریر کرنے والوں میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے اکابر بھی شامل ہیں — لیکن حضورؐ خاموش ہیں گویا آپؐ کسی خاص بات کے

منتظر ہیں ـــــ پھر یکے از مہاجرین حضرت مقداد بن اسودؓ نے کھڑے ہو کر بڑی پُرتاثیر تقریر کی. انہوں نے عرض کیا:

" حضورؐ! جو آپ کا منشاء ہو اُس کے مطابق حکم دیجیے، ہم موسیٰؑ کے ساتھیوں کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے جنگ کے حکم کے موقع پر انؑ سے کہہ دیا تھا کہ: اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۔ (موسیٰؑ، تم اور تمہارا رب دونوں جائیں اور جنگ کریں، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔) آپؐ بسم اللہ کیجیے، ہم آپؐ کے ساتھ لڑیں گے ۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہمارے ذریعے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما دے۔"

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدستور انتظار کی سی کیفیت میں تھے ـــــ اب حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کو جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے خیال آیا کہ آپؐ کا روئے سخن اغلباً انصارِ مدینہ کی طرف ہے ـــ اس خیال کی وجہ میری رائے میں یہ ہو سکتی ہے کہ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں جو قول و قرار ہوئے تھے، اس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ " اگر قریش (حضورؐ کے مدینہ میں ہجرت کے باعث) مدینہ پر حملہ کریں گے تو ہم آپؐ کی اسی طرح حفاظت کریں گے جس طرح اپنے اہل و عیال کی کرتے ہیں"۔ گویا انصار اس معاہدہ کی رو سے اس کے پابند نہیں تھے کہ مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کریں۔ قافلہ کا راستہ روکنا اور بات ہے اور ایک لشکرِ جرّار سے جا بھڑنا ایک بالکل علیحدہ بات ہے ۔ چنانچہ حضرت سعد ابن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور اس موقع پر انہوںؓ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

" کَاَنَّكَ تَعْنِیْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! حضورؐ شاید آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے! اِنَّا اٰمَنَّابِكَ وَصَدَّقْنٰكَ! ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپؐ کی (رسول اللہ ہونے کی) تصدیق کی ہے ۔ (گویا اُس وقت کیا طے ہوا تھا کیا نہیں وہ بات غیر متعلق ہے) اب آپؐ جو بھی حکم دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لے چلیے ہم کو جہاں بھی لے جانا ہو ۔ اللہ کی قسم اگر آپؐ ہمیں اپنی سواریاں سمندر میں ڈال دینے کا حکم دیں گے تو ہم اپنی سواریاں ڈال دیں گے ۔ اگر آپ ہمیں حکم دیں گے تو ہم برک الغماد تک جا پہنچیں گے (جو یمن کے آخری کونے کا شہر ہے) اور اس کے لیے ہم اپنے

سواریوں کو دبلا کردیں گے"۔

حضرت سعد ابن عبادہؓ کی اس تقریر سے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا چہرۂ انور کھل اٹھا گویا آپؐ انصار کی جانب سے اسی ردِعمل کے منتظر تھے ___

ہمارے لیے ایک سبق : اس موقع پر حضرت سعدؓ نے جو بات کہی وہ ہر مسلمان کو ذہن نشین کرلینی چاہیئے ۔ انقلاب محمدؐی کے لیے جو جماعت وجود میں آئی تھی اس کی اصل بنیاد یہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے رسول ہیں اور جو بھی حضورؐ پر ایمان رکھنے کا دعویدار ہے وہ آپؐ کے ہر حکم کا ہمہ تن، ہمہ وقت، ہمہ جہت پابند ہے، مطیع ہے، فرمانبرار ہے۔ حضرت سعدؓ نے اپنے قول میں اسی حقیقتِ کبریٰ کا اظہار کیا تھا۔

مشاورت کی حکمتیں : نبی اکرمؐ نے اس موقع پر مشاورت کی جو فضا پیدا فرمائی میرے نزدیک اس کی دو حکمتیں تھیں ۔ پہلی تو سورۃ الشوریٰ کے اس بیانِ خبریہ پر عمل تھا جو اس کی اڑتیسویں آیت میں بایں الفاظ مبارکہ آیا ہے : وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ___ دوسری یہ کہ پہلی بار ایک باقاعدہ جنگ کا مرحلہ پیش تھا اور مشرکینِ مکّہ کے لشکر کے مقابلہ میں اہلِ ایمان کا یہ چھوٹا سا دستہ نفری اور ساز و سامانِ جنگ دونوں اعتبارات سے کوئی نسبت و تناسب نہیں رکھتا تھا۔ کہاں ایک ہزار جنگ جوؤں کا کیل کانٹے سے لیس لشکر جس کے ساتھ پیدل سپاہ کے علاوہ دو سو گھڑ سواروں کا دستہ بھی موجود تھا ! اور سواری کے لیے بے شمار اونٹ تھے جن پر سامانِ رسد اور اسلحہ بھی لدا ہوا تھا ! اور کہاں تین سو تیرہ [۳۱۳] اہلِ ایمان کا دستہ ! جس کا حال یہ تھا کہ صرف دو گھوڑے اور بمشکل ستّر اونٹ ساتھ تھے ۔ پھر کسی کے پاس تلوار تھی تو کسی کے پاس تیر کمان یا نیزے تھے ۔ شاید ہی کوئی صحابیؓ ایسے ہوں جو اس وقت کے اعتبار سے ضروری تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں ۔ بایں حالات ممکن ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیشِ نظر صحابہ کرامؓ کے حوصلے، عزم اور توکل علی اللہ کا اندازہ کرنا ہو ۔ واللہ اعلم !

غزوۂ بدر کے چند اہم واقعات وحالات

۱۷ رمضان المبارک ۲ ھ میں پہلی باقاعدہ جنگ (BATTLE) کا معرکہ میدان بدر میں گرم ہوا۔ ابو سفیان نے جن کی 'S.O.S. CALL' پر مکّہ سے ایک ہزار کا لشکر اس قافلے کی حفاظت کے لیے نکلا تھا، جہاں ایک طرف مکّے والوں

کو قافلہ کی حفاظت کے لیے لشکر بھیجنے کا پیغام دیا وہاں خود حفاظتی تدبیر کے طور پر قافلہ کا راستہ بدل دیا اور معمول کا راستہ چھوڑ کر ساحل کے ساتھ ساتھ اپنا قافلہ لے کر بحفاظت اس علاقے سے گزر گئے جہاں ان کو مسلمانوں کی طرف سے مداخلت (INTERCEPTION) کا اندیشہ تھا۔ ادھر جب لشکر والوں کو قافلے کے بحفاظت مکہ پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہاں یہ چہ میگوئی شروع ہوگئی کہ ہم تو قافلے کی حفاظت کے لیے آئے تھے، اب جب کہ قافلہ حفاظت کے ساتھ نکل گیا ہے تو جنگ کی کیا ضرورت ہے!

حکیم ابن حزام کی کوششیں: اس موقع پر حکیم ابن حزام ــــ جو اگرچہ اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے لیکن ان میں بنیادی طور پر ذاتی شرافت موجود تھی، ــــ عتبہ ابن ربیعہ کے پاس گئے جو اس لشکر کا سپہ سالار تھا، اور اس سے کہا کہ اب جب کہ قافلہ محفوظ گزر گیا ہے تو خواہ مخواہ کی خوں ریزی کی کیا ضرورت ہے، مقابلے میں اپنے ہی بھائی بند ہیں ــــ مقابلہ کن کے مابین تھا اس کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا ــــ اگر تم چاہو تو مسلح تصادم ٹل سکتا ہے۔ عتبہ ابن ربیعہ نے جو خود بھی ذاتی طور پر ٹھنڈے مزاج کا آدمی تھا، اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے ان سے پوچھا کہ اس کام کے لیے کیا تدبیر اختیار کی جائے! حکیم ابن حزام نے مشورۃً کہا کہ اس لشکر کشی کا ایک مقصد قافلے کی حفاظت تھا اور دوسرا عمرو ابن عبداللہ الحضرمی کے خون کا انتقام، ــــ جو وادیٔ نخلہ کی مہم میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا ــــ اس کا باپ چونکہ تمہارا حلیف تھا لہٰذا تم اس کا خون بہا ادا کر دو تو وہ مسئلہ بھی ختم ہو جائے گا اور قافلہ تو بچ کر نکل ہی گیا ہے۔ عتبہ نے کہا کہ آؤ عمرو ابن ہشام (ابو جہل) کو قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ اس کے بغیر جنگ ٹل نہیں سکے گی۔ ابو جہل جو اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا اور دعوتِ توحید کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے درپے تھا، وہ کیسے یہ گوارا کر سکتا تھا کہ یہ سنہری موقع ہاتھ سے نکل جائے!

ابو جہل کی چال: ابو جہل نے جسے مشرکینِ قریش میں اپنی ذہانت و فطانت اور اسلام دشمنی کی بنیاد پر ایک امتیازی مقام حاصل تھا، اپنی ذہانت کو کام میں لاتے ہوئے فوراً دو وار آزمائے۔ ایک تو اس نے طعنہ دیا کہ "عتبہ! معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ دیکھ کر بزدلی آڑے آگئی" ــــ اس لیے کہ عتبہ کے بیٹے حضرت

حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعۃً نبی اکرمؐ کے ہم رکاب تھے اور سابقون الاولون میں شامل تھے ـــــ عتبہ جیسے شخص کے لیے بزدلی کا طعنہ ناقابل برداشت تھا۔ اس نے وہی جواب دیا جو ایک باغیرت و باحمیت انسان کو دینا چاہیئے ـــــ اس نے کہا کہ "کل کا دن بتادے گا کہ بزدل کون ہے!" ـــــ ابوجہل نے دوسرا وار یہ کیا کہ عمرو ابن عبداللہ الحضرمی کے بھائی کو بلایا اور اس سے کہا کہ دیکھو کل ہم تمہارے بھائی کے خون کا بدلہ لے سکتے ہیں لیکن ہمارا سپہ سالار جنگ نہیں چاہتا۔ اس شخص نے عرب جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑے اور قبائلی عصبیت کو بھڑکانے کے لیے واویلا مچانا اور چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ "واعمراہ - واعمراہ"۔ میرے بھائی کے خون کا انتقام لینے کا سنہری موقع ضائع ہو رہا ہے۔ قبائلی زندگی میں یہ سب سے زیادہ مشتعل کرنے والا نعرہ ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پورے لشکر میں جوش و خروش کی آگ از سر نو بھڑک اٹھی اور اس طرح حکیم ابن حزام اور عتبہ کی کوششیں ناکام ہوئیں اور فیصلہ ہو گیا کہ بہرصورت کل جنگ ہوگی۔

غزوۂ بدر سے متصلاً قبل رات: کتب تاریخ میں غزوۂ بدر سے متصلاً قبل رات کی ابوجہل اور نضر ابن حارث کی دعائیں منقول ہوئی ہیں جن کا تذکرہ اس اعتبار سے مفید ہوگا کہ ان سے آپ کو شرک کی حقیقت کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ مشرکین اللہ کے منکر نہیں ہوتے، البتہ وہ دیوی دیوتاؤں کو بھی خدائی میں شریک سمجھتے ہیں۔ وہ ان کے نام کے اصنام تراش کر ان کے سامنے مراسم عبودیت بجالاتے ہیں۔ ان سے استعانت و استمداد کے طالب ہوتے ہیں اور اللہ کے دربار میں ان کے سفارشی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ البتہ جب کوئی بہت ہی کٹھن اور مشکل وقت آپڑتا تھا تو یہ مشرکین اپنے من گھڑت معبودوں کو بھول کر صرف اللہ کو پکارتے تھے۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر مشرکین کے اس طرز عمل کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

مشرکین کی دعائیں: اس رات ابوجہل اور نضر ابن حارث نے جو دعائیں کی تھیں وہ سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ابوجہل نے دعا کی کہ اَللّٰهُمَّ اَقْطَعَنَا لِلرَّحِمِ فَاَحِنْهُ الْغَدَاةَ "اے اللہ! جس نے ہمارے رحمی رشتے کاٹے ہیں کل تو اس کو ذلیل کر دیجیو"۔ یہ اس شخص کی پکار ہے جس کی گھٹی میں قوم پرستی، نسل پرستی اور قبائل پرستی رچی بسی تھی۔ ابوجہل اور قریش کے دوسرے بڑے بڑے مشرک سرداروں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سب سے بڑا الزام یہی تھا کہ انہوںؐ نے اپنی دعوت و تبلیغ کی بدولت قریش کو تقسیم کر دیا ہے۔

اولاد کو والدین سے جدا کر دیا ہے، بھائیوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیا ہے، اس طور پر ہماری قوت پراگندہ ہو گئی ہے۔ اسی لیے ابوجہل نے اپنی دعا میں رحمی رشتے کے انقطاع کو نمایاں کیا ہے اور اس کا واسطہ دیا تھا۔ ابوجہل کی ایک یہ دعا بھی تاریخ میں مذکور ہے کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلِ الْغَدَاۃَ یَوْمَ الْفُرْقَانِ۔ "اے اللہ کل کے دن کو یوم الفرقان یعنی حق و باطل میں امتیاز کرنے والا دن بنا دے۔" ابوجہل کی دعا کے اس حصہ کو تو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں غزوۂ بدر کو "یوم الفرقان" قرار دیا گیا ہے۔ جس میں اہل ایمان کو فتح حاصل ہوئی ــــــ نضر ابنِ حارث کی دعا پڑھ کر میں سخت حیران ہوا کہ ایسے لوگ بھی تھے کہ جن کی سوچ اس قدر غلط ہو گئی تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے اصحابؓ کی جماعت سے مشرکین کی جماعت بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ خَیْرَ الْحِزْبَیْنِ۔ "اے اللہ، یہ جو دو گروہ بالمقابل آ گئے ہیں ان میں سے بہتر جماعت کی مدد فرمائیو۔" گویا اس کے نزدیک وہ جس گروہ میں شامل تھا وہ بہتر تھا ــــــ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا مسلمانوں کی فتح کی شکل میں قبول فرمالی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی دعا: اُدھر اس رات کو حزب اللہ کے لشکر میں ایک گھاس پھونس کی جھونپڑی میں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے رب سے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ مسلسل مناجات فرما رہے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ حضورؐ نے اس رات طویل ترین سجدہ کیا ہے اور طویل ترین دعا کی ہے جس میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ:

"اللّٰھم ھٰذہٖ قریش قد اتت بخیلائھا تحاول ان تکذب رسولک اللّٰھم نصرک الذی وعدتنی، اللّٰھم ان تھلک ھٰذہِ العِصَابَۃَ الْیَوْمَ لَا تُعْبَد۔"

"بارِ الٰہا! یہ قریش ہیں جو سامانِ غرور کے ساتھ (مقابلے میں) آئے ہیں تاکہ تیرے رسولؐ کو جھوٹا ثابت کریں۔ اے اللہ! بس اب تیری وہ مدد آجائے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ اے اللہ! اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر (روئے زمین پر) تیری عبادت نہیں ہو گی۔"

اُس وقت جب کہ حضورؐ سربسجود تھے حضرت ابوبکرؓ تلوار لیے پہرے پر کھڑے تھے۔ انہوںؓ نے جب حضورؐ کے یہ الفاظ سنے تو عرض کیا: "حَسْبُکَ حَسْبُکَ یا رسول اللّٰہ"

"اے اللہ کے رسولؐ! بس کیجیے، بس کیجیے۔ یقیناً اللہ آپؐ کی مدد فرمائے گا"۔ اس پر حضورؐ نے سر مبارک اٹھایا اور زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے: سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ "اس جمعیت کو شکست ہوکر رہے گی اور یہ پیٹھ دکھا کر بھاگیں گے"۔ یہ گویا اللہ کی طرف سے فتح کی خوش خبری تھی۔

مقابلہ میں کون کون تھے! اب یہ بھی سن لیجیے کہ غزوۂ بدر میں مقابلے میں آمنے سامنے کون کون لوگ تھے! اِدھر کفار کے لشکر میں عتبہ ابن ربیعہ ہے تو اُدھر اہلِ ایمان کے لشکر میں اس کے بیٹے حضرت حذیفہؓ ہیں ۔۔۔ اِدھر عبدالرحمن ابن ابوبکر ہیں جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے تو اُدھر ان کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ ادھر عباس ابن عبدالمطلب ہیں، وہ بھی اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے تو اُدھر اُن کے بھتیجے جناب محمدؐ ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بھائی حضرتِ حمزہؓ ابن عبدالمطلب ہیں۔ ادھر ابوجہل ہے تو اُدھر حضرت عمر فاروقؓ ہیں جو رشتے میں اس کے بھانجے ہوتے ہیں۔ گویا اِدھر لشکرِ کفار میں مہاجرین کا کوئی نہ کوئی قریبی رشتہ دار موجود ہے تو ادھر حزب اللہ کے دستے میں کفارِ مکہ کا کوئی نہ کوئی قریبی عزیز شامل ہے۔ الغرض اس پہلے معرکۂ حق و باطل میں طرفین کا سخت امتحان تھا۔ اپنے ہی ہاتھوں اپنے عزیزوں کے گلے کاٹنے کا مرحلہ درپیش تھا ۔۔۔

غزوۂ بدر یا یوم الفرقان: ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ کی صبح دونوں لشکر بالمقابل صف آرا ہوئے۔ اُدھر سے سب سے پہلے عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر نکلا اور عام دستور کے مطابق مبارزت طلب کی۔ اِدھر سے تین انصاریؓ مقابلہ کے لیے نکلے۔ عتبہ نے چیخ کر پوچھا: مَنْ اَنْتُمْ مِنَ الْقَوْمِ؟ ۔۔۔ انہوں نے اپنے نام بتائے۔ عتبہ نے کہا کہ تم ہمارے برابر کے نہیں ہو اور چیخ کر پکارا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری توہین نہ کرو۔ ہم کاشت کاروں سے لڑنے نہیں آئے، ہمارے مقابلہ کے لیے انہیں بھیجو جو ہمارے برابر کے ہیں"۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس موقع پر باپ کے مقابلے میں بیٹے یعنی حضرت حذیفہؓ نے نکلنا چاہا لیکن نبی اکرمؐ نے ان کو روک دیا پھر حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ ابن حارث ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم مقابلہ کے لیے نکلے۔ حضرت حمزہؓ نے عتبہ کو اور حضرت علیؓ نے شیبہ کو جلد ہی واصلِ جہنم کر دیا۔ لیکن حضرت عبیدہؓ کا ولید سے سخت مقابلہ

ہوا۔ دونوں کا بیک وقت ایک دوسرے پہ کاری وار ہوا۔ حضرت عبیدہؓ کی ٹانگیں کٹ گئیں اور وہ گر پڑے تو حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر ولید کو ختم کیا اور حضرت عبیدہؓ کو جو جاں بلب تھے، اٹھا کر لے آئے۔

مآل کار انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے چھٹے اور آخری مرحلہ یعنی مسلح تصادم (ARMED CONFLICT) کا میدانِ بدر میں دُو بدو جنگ کی صورت میں باقاعدہ آغاز ہو گیا۔ اس غزوہ میں قریش کے سرکردہ لوگوں میں سے ابو سفیان اور ابو لہب کے علاوہ باقی تقریباً تمام ہی کھیت رہے۔ ابو سفیان چونکہ تجارتی قافلے کے ہمراہ تھے لہٰذا وہ اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اسی طرح ابو لہب بھی جنگ میں شریک نہیں تھا اس نے اپنی جگہ کرائے کا فوجی بھیج دیا تھا۔ اس معرکہ میں مشرکین قریش کے ستّر افراد واصل جہنم ہوئے جن میں ابو جہل، عتبہ ابن ربیعہ، اس کا بھائی اور بیٹا شامل تھے۔ اسی طرح نضر ابن حارث، اُمیّہ ابن خَلَف، عقبہ ابن ابی معیط اور ان کے ہم پلّہ اور ہم رتبہ چند دوسرے سرکردہ افراد بھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے شدید مخالف اور خون کے پیاسے تھے، گاجر مولی کی طرح قتل ہوئے۔ مزید برآں ستّر مشرکین کو اسیر بنا لیا گیا اس غزوہ میں اہلِ ایمان میں سے تیرہ[۱۳] اصحابِؓ رسولؐ نے میدان بدر میں جام شہادت نوش فرمایا اور حضرت عبیدہؓ ابن حارث ابن عبد المطلب کا جو زخمی ہو گئے تھے، مدینہ منورہ کی طرف واپسی کے دوران انتقال ہوا۔

انقلاب کا ایک اہم خاصہ

اس موقع پہ یہ بات اچھی طرح جان لیجیے کہ تصادم بلکہ خونی تصادم حقیقی انقلاب کا لازمی خاصہ ہوتا ہے ـــــــ ہاں محض تبلیغ یا تعلیم و تدریس کا کام ٹھنڈے انداز میں کیا جا سکتا ہے، انجمنیں اور ادارے چل سکتے ہیں، تصنیف و تالیف اور تحقیق کا کام ہو سکتا ہے مقالے لکھے اور شائع کیے جا سکتے ہیں، وسیع پیمانے پر نشر و اشاعت ہو سکتی ہے، یہ سب کام ہو سکتے ہیں لیکن جس چیز کا نام پورے نظام کی تبدیلی یا انقلاب ہے وہ تصادم اور خون بہائے بغیر برپا نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی قسم کی خوں ریزی کے بغیر اور اپنے جاں نثار اصحاب کی جانوں کا نذرانہ دیئے بغیر انقلاب برپا ہو سکتا تو کم از کم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی سیرت اور آپؐ کی جدوجہد میں مسلح تصادم کی نوبت ہرگز نہ آئی ـــــــــ لیکن بہرحال 'BLOOD SHED' ہوا ہے اگرچہ بہت ہی کم! خود حضورؐ کو اپنے کتنے ہی محبوب اصحابؓ کی جانوں کا نذرانہ اس راہ میں دینا پڑا! آپؐ کے چچا، ساتھ کے کھیلے ہوئے ہمجولی، دودھ شریک بھائی حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شکم چاک، اعضاء بریدہ اور جگر چبایا ہوا لاشہ غزوہ احد کے موقع پہ آپؐ کی نگاہوں سے گزرا ہے۔ مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ جیسے جوانِ رعنا نے اس راہ میں جامِ شہادت نوش کیا ہے، جن کی مساعی جلیلہ سے مدینۃ النبیؐ میں دعوت نے جڑیں پکڑی تھیں ـــــ جنگ موتہ میں منہ بولے بیٹے اور سابقون الاولون میں سے چوتھے زید ابن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضورؐ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون اس اسلامی انقلاب کی راہ میں بہا ہے۔ حضرت سمیہؓ اور حضرت یاسرؓ کی شہادت کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ یہ تو چند نام ہیں جو میں نے بطور مثال پیش کئے ہیں۔ جان نثارانِ محمد علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی فہرست بڑی طویل ہے جن کا خون اور ہڈیاں اس انقلاب کی بنیادوں میں شامل ہیں۔ حتیٰ کہ اس راہ میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس خون بھی طائف کی گلیوں اور میدانِ احد میں جذب ہوا ہے۔ گویا ؎

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے سو گزری
تنہا پسِ زنداں کبھی رسوا سرِ بازار

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خطاب

قربِ الٰہی کے ۲ مراتب

کتاب و سنت کی روشنی میں

سفید کاغذ، عمدہ کتابت وطباعت، صفحات ۹۶، ہدیہ -/۱۰ روپے

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن ۳۶ - کے، ماڈل ٹاؤن - لاہور

مسلمان نوجوانوں کے لیے آئیڈیل شخصیات
اور
تعلیم دین کی ضرورت و اہمیّت

نوجوانوں کی ایک مقامی تنظیم کے زیر اہتمام منعقدہ اجتماع میں

امیر تنظیم اسلامی کا خطاب

ترتیب و تسوید: محمد اسلم عبداللہ / جاوید عبداللہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○ کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی ○ اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی ○ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی ○

صدق اللہ العظیم

محترم صدر مجلس، محترم خواتین اور معزز حضرات! اس تقریب میں آمد سے قبل تک میں آپ کی اس تنظیم اور اس جلسے کی نوعیت سے واقف نہیں تھا لیکن اس سب کے باوجود اس تنظیم سے متعلق دو الفاظ ایسے تھے کہ جن کی بنا پر اس دعوت کو رد کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔ ایک لفظ ہے ینگ (Young) جس سے یقیناً اس بات کی طرف راہنمائی ہوئی کہ اس تنظیم میں کچھ نوجوانوں کا عنصر غالب ہے۔ دوسرے آج کی اس تقریب کے عنوان میں لفظ 'اقرا' شامل ہے۔ اور 'اقرا' قرآن مجید کا پہلا لفظ ہے کہ جو محمدؐ رسول اللہ پر نازل ہوا۔ پھر یہ کہ رمضان المبارک کی آمد آمد ہے جو کہ نزولِ قرآن کا مہینہ ہے۔ لہٰذا ان تینوں باتوں کی موجودگی میں جیسے ہی مجھے اس تقریب کی دعوت دی گئی، میں نے یہاں حاضر ہونے کا وعدہ کر لیا۔

یقیناً اس نوع کی تقاریب منعقد کرنا ایک نیک اقدام ہے۔ آپ کے اس محلے کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل ہے جن میں بے شمار صلاحیتیں خوابیدہ ہوتی ہیں اور اُن کو بروئے کار لانے کے لئے اگر اس طرح کے فورمز (Forums) ہوں جن میں صحت مند علمی و فکری اور عملی

سرگرمی کے لئے میدان فراہم کیا جائے تو ایک طرف تو منفی رجحانات کا سدّ باب ہو جاتا ہے' اس لئے کہ عربی کی ایک کہاوت ہے کہ بیکار آدمی کا ذہن شیطان کی دکان بن جاتا ہے اور دوسری طرف خوابیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار آنے کا موقع ملتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ یہ تنظیم واقعتاً صحت مند روایات قائم کرے' مثبت کام کے لئے نوجوانوں میں ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرے اور ان کے اظہار کے مواقع فراہم کرے۔

لفظ Young (نوجوان) سے میرا ذہن قرآن مجید اور سیرتِ رسولؐ کے دو حقائق کی طرف منتقل ہوا۔ حضورؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ایک کافی بڑی تعداد نوجوانوں کی تھی۔ ویسے تو عربی میں جوان کے لفظ کا اطلاق چالیس برس کی عمر تک ہوتا ہے۔ شاب' جس سے یہ لفظ 'شباب' بنا ہے عربی زبان میں چالیس برس تک کے انسان کے لئے مستعمل ہے۔ اس کے بعد پھر کہولت کا دور شروع ہوتا ہے لہٰذا نوجوان یا جوان سے مراد صرف 'Teen Agers' نہیں۔ چالیس برس کی عمر اصل میں قرآن مجید میں ایک سورۂ مبارکہ میں اس اعتبار سے مذکور ہے کہ یہ انسان کی پختگی (Maturity) کی عمر ہے۔

حَتّٰى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ

(سورۃ الاحقاف' آیت نمبر ۱۵)

اس آیۂ مبارکہ میں چالیس برس کو انسان کی پختگی کی عمر قرار دیا گیا ہے اور ظاہر بات ہے کہ اس سے مراد جسمانی پختگی (Physical Maturity) نہیں۔ وہ تو انسان سترہ اٹھارہ برس کی عمر میں حاصل کر لیتا ہے اور پچیس اور تیس برس کے مابین اس کے عروج پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد سے جسمانی قویٰ میں تو کسی نہ کسی درجے میں ایک ڈھلوان کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن چونکہ انسان صرف قوائے طبعیہ کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا اصل سرمایہ اس کے قوائے فکریہ' اس کی ذہنی صلاحیتیں' اس کا Intellect اور اس کا شعور ہے اس لحاظ سے Maturity کی عمر چالیس برس ہے اور اس سے قبل تک کے لئے لفظ 'شاب' کا اطلاق ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کی اکثریت اسی Age Period میں شامل ہے بلکہ ان میں ایک بہت بڑی تعداد ان نوجوانوں کی بھی تھی جنہیں Teen Agers کہا جاتا ہے۔

جن صحابہ کرامؓ نے بعد میں عظیم کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان میں سعد ابن ابی وقاص ہیں جو فاتح ایران بھی ہیں۔ آپ جب حضورؐ پر ایمان لائے تو جوانی کے آغاز میں تھے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ جب آپؐ پر ایمان لائے تو ان کی عمر نو اور تیرہ برس کے درمیان تھی۔ اسی طرح حضرت مصعبؓ بن عمیر کہ جنہوں نے مدینے میں انقلاب برپا کیا بڑے ہی بانکے اور سجیلے نوجوان تھے۔ ان کے والد بہت بڑا سرمایہ چھوڑ کر فوت ہوئے تھے۔ والد کے انتقال کے بعد والدہ نے بڑی محبت سے ان کی پرورش کی تھی۔ ان کے لئے دو دو سو درہم کا جوڑا شام سے تیار ہو کر آتا تھا۔ پنڈت نہرو کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ نوجوانی میں ان کے کپڑے پیرس سے سل کر آتے تھے اور وہیں دھلتے تھے کیونکہ ان کے والد موتی لال نہرو' ہندوستان کے چوٹی کے رؤسا میں سے تھے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کے بارے میں یہی بات مشہور ہے کہ ان کا دو دو سو درہم کا جوڑا ہوتا تھا اور پورا لباس معطر ہوتا تھا کہ جب وہ اپنے کپڑے پہن کر اور آرائش کر کے نکلتے تھے تو مکے کی گلیوں میں گفتگو کا موضوع بن جاتے تھے اور جس راستے سے گزرتے تھے وہ معطر ہو جاتا تھا۔ جب یہ حضورؐ پر ایمان لائے تو ابھی نوعمر تھے۔ قبائلی طرز زندگی میں والد کی وفات کے بعد خاندان کے سربراہ کی حیثیت ازخود ان کے چچا کو حاصل ہو گئی تھی۔ چنانچہ جب یہ ایمان لائے تو چچا نے ان سے کہا کہ اگر تم نے اپنے باپ کا دین چھوڑ کر محمدؐ کا دین اختیار کر لیا ہے تو اب تمہارا اپنے مشرک باپ کی دولت پر کوئی حق نہیں ہے' لہٰذا گھر سے نکل جاؤ۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ مصعبؓ فوراً تائب ہو جائے گا لیکن حضرت مصعبؓ بن عمیر نے فوراً کہا کہ اچھا اگر آپ کا یہ حکم ہے تو میں گھر چھوڑ کر جانے کو تیار ہوں اور چلنے لگے تو چچا نے معاملہ کو توقع کے بالکل برعکس دیکھ کر آخری وار کے طور پر کہا کہ یہ کپڑے جو تمہارے بدن پر ہیں یہ بھی اُسی مشرک باپ کی کمائی کے ہیں' یہ بھی اتار دو ـــــ تو حضرت مصعبؓ بن عمیر نے وہ کپڑے وہیں اتارے اور مادر زاد برہنہ ہو کر گھر سے نکلے۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلد ہی حضورؐ کے سب سے زیادہ فیض یافتہ اور تربیت یافتہ نوجوان کی حیثیت حاصل کر لی ـــــ لہٰذا جب مدینے والوں نے آنحضرتؐ سے اپنے لئے کوئی معلم قرآن مانگا تو حضورؐ نے ان کو بھیج دیا۔

اس کے بعد مدینے میں ایک سال کے عرصے میں ان کی محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے سال حج کے موقع پر بہتر (۷۲) مسلمان ان کے ہمراہ تھے۔ ان لوگوں نے حضورؐ سے بیعت کی کہ

اگر آپؐ مدینے تشریف لے آئیں تو ہم آپ کی حفاظت کریں گے اور اگر مکے" والے ہم پر چڑھائی کریں گے تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ یہ بیعت بیعتِ عقبہِ ثانیہ کہلاتی ہے۔ یہی اسلام کا ' Turning Point ' ہے اور ہجرت کی بنیاد بھی یہی بیعت بنی۔ اس لحاظ سے بعد کی تمام کامیابیوں کا ذریعہ یہی بہتر (۷۲) افراد اور اُن کی بیعت بنی اور یہ بہتر (۷۲) افراد حضرت **مصعبؓ** بن **عمیر** کی ایک سالہ کاوش کا نتیجہ ہیں۔ اس اعتبار سے حضرت **مصعبؓ** بن **عمیر** تاریخ اسلامی میں ایک نہایت تاریخ ساز شخصیت تھے۔

مسلم نوجوانوں کے سامنے اسی طرح کے آئیڈیل ہونے چاہئیں اس لئے کہ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی آئیڈیل ہوتا ہے اور اس کے کچھ اثرات بالکل غیر شعوری طور پر شخصیت پر مترتب ہوتے ہیں۔ جس سے انسان کو محبت ہوتی ہے اس سے وہ غیر شعوری طور پر متأثر بھی ہوتا ہے اور اس کے کردار کی تقلید بھی کرتا ہے۔ صحابہ کرام کی سیرت و عظمت اگر ہماری نگاہوں کے سامنے ہو اور خصوصاً نوجوان صحابہ کی تو اس سے یقیناً نوجوانوں کو اپنی شخصیتوں کی تعمیر میں مدد ملے گی۔

انہی حضرت **مصعبؓ** کے بارے میں آتا ہے کہ ایک روز حضورؐ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے تو حضرت **مصعبؓ** کا گزر وہاں سے ہوا، یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے تو حضور نے دیکھا کہ ان کے جسم پر صرف دو پھٹے ہوئے کمبل ہیں۔ ایک کو انہوں نے تہہ بند کی حیثیت سے لپیٹا ہوا ہے اور ایک چادر کی شکل میں ہے تو حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے کہ یہ نوجوان جس کا دو دو سو درہم کا جوڑا شام سے تیار ہو کر آتا تھا اور جدھر سے گزر جاتا تھا ادھر کے تمام راستے معطر ہو جاتے تھے اب وہ عشقِ محمدؐ میں اِس مقام تک پہنچ چکا ہے کہ جسم پر دو کمبلوں کے سوا کچھ نہیں۔ عاشقِ رسولؐ ہونے کے دعویداروں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

حضرت **مصعبؓ** کی شہادت بھی بڑی شاندار شہادت تھی۔ اس لئے کہ یہ غزوۂ احد میں علم بردار تھے اور مہاجرین کا علم ان کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے جس ہاتھ میں وہ جھنڈا تھا اس پر تلوار کا ایسا وار پڑا کہ وہ کٹ گیا تو انہوں نے دوسرے ہاتھ سے اس کو تھام لیا۔ دوسرے ہاتھ کو بھی جب حملہ آور نے کاٹ دیا تو اب دونوں ہاتھوں کے بچے **کھچے** حصوں سے انہوں نے اس علم کو سنبھالے رکھا اور اس کو گرنے نہیں دیا۔ لیکن جب روح نے ان کے جسم کا

ساتھ چھوڑ دیا تو آپؓ عَلم کے ساتھ گر پڑے اور حضورؐ سے مشابہت ہونے کی وجہ سے خبر پھیل گئی کہ رسولؐ اللہ شہید ہوگئے بعد میں اس خبر کی تردید ہوگئی ۔ جب آپؓ کی تدفین کا وقت آیا تو حضورؐ کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ ان کے جسم پر صرف ایک چادر تھی ۔ بس وہی جو نیچے باندھی ہوئی تھی اور وہ چادر اتنی چھوٹی تھی کہ اگر اس سے مصعبؓ کا سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ سر کو تو چادر سے ڈھانپ دو اور پیروں پر گھاس ڈال دو۔ یہ آخری کفن ہے جو دو دو سو درہم کا جوڑا پہننے والے کو نصیب ہوا۔ تو اصل میں ہمارے لئے یہی مثالیں اور یہی آئیڈیلز ہیں کہ جن کی طرف "ینگ" کے لفظ سے میرا ذہن منتقل ہوا۔

حضورؐ پر ایمان لانے والے ایک اور نوجوان حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص کا تذکرہ بھی یہاں غیر ضروری نہ ہوگا۔ ان کے ایمان لانے کے بعد ان کی والدہ نے مکمل بھوک ہڑتال کر دی تھی کہ اگر سعدؓ اس نئے دین کو نہیں چھوڑے گا تو وہ نہ کھائے گی' نہ پیئے گی اور اپنی جان دے دے گی۔ آج کل بھی بھوک ہڑتال کے نام سے اپنے مطالبات منوانے کے لئے یہی کچھ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس عورت نے ماں ہونے کے ناطے ان پر ہر ممکن دباؤ ڈالا۔ اب آپ اندازہ کیجئے کہ یہ بات اس سلیم الفطرت نوجوان پر کس قدر شاق گزر رہی ہوگی کہ میری ماں اپنے آپ کو ہلاک کر رہی ہے اور یہ ان کے لئے بڑی آزمائش کا وقت تھا۔ اسی لئے پھر قرآن مجید میں حکم آیا کہ اگر تمہارے والدین تمہیں شرک کا حکم دیں تو تم ان کا کہنا مت مانو:

"وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا"

(سورہٗ لقمان' آیت ۱۵)

اسی طرح حضرت خبابؓ بن ارت بھی نوجوان تھے' ان کو دہکتے ہوئے انگاروں پر ننگی پیٹھ لٹایا جاتا تھا مگر وہ ثابت قدم رہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بھی بالکل نوجوان تھے جب ایمان لائے۔ اسی طرح ایک کثیر تعداد صحابہ کرام میں ایسے نوجوانوں کی تھی جنہوں نے غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

ینگ کے حوالے سے مجھے سیرت کے بعد کا ایک واقعہ یاد آیا۔ ان الفاظ ہی سے دراصل انسان کا ذہن مختلف واقعات کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ہمارے ذہن میں جو یادداشتیں محفوظ ہیں وہ کچھ الفاظ کے حوالے ہی سے ریکارڈ میں ہوتی ہیں اور بسا اوقات کسی ایک لفظ کے

حوالے سے بہت سی فائلیں از خود کھل جاتی ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں میرا ذہن اصحابِ کہف کے واقعے کی جانب منتقل ہوا۔ سورۃ الکہف کے آغاز میں اصحاب کہف کا ذکر آیا ہے۔ اُن کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے ذکر پر قرآن مجید میں لگ بھگ ساڑھے تین رکوع ہیں۔ انہی اصحابِ کہف کے حوالے سے اس سورت کا نام بھی ہے جس کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان سورۃ الکہف پوری یا کم سے کم اس کی ابتدائی اور آخری آیات ہر جمعے کو پڑھے گا وہ دجّال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ اصحابِ کہف کون تھے؟۔ قرآنِ مجید نے ان کو اس طرح Introduce کرایا ہے:

"اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى" (سورہ الکہف' آیت ۱۳)

کہ یہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تو اللہ نے ان کی ہدایت اور راہنمائی میں اضافہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ اگر آپ اس کی طرف بڑھیں گے تو وہ آپ کو اور ترقی دے گا اور بڑھاتا چلا جائے گا۔ یہی بات ایک حدیثِ قدسی میں عجیب کیف آور انداز میں بیان کی گئی ہے کہ میرا بندہ میری طرف اگر چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ میرا بندہ اگر میری طرف ایک بالشت بھر آتا ہے تو میں اس کی طرف ہاتھ بھر آتا ہوں۔ یعنی اگر کوئی انسان اپنے رب کی طرف رخ کرے' اس کی رضاجوئی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالے تو پھر اللہ تعالیٰ جو بلند مراتب عطا فرمائیں گے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ توان کے لئے خاص طور پر کہا گیا ہے کہ:

"وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تو ہم نے ان کی ہدایت کے اندر ان کو خوب ترقی دی"۔

(جاری ہے)

نشر القرآن کیسٹ سیریز

۲۱ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

دین کے انتہائی اہم اور بنیادی موضوع

حقیقت و اقسامِ شرک پر ڈاکٹر اسرار احمد

کے ایک ایک گھنٹے کے چھ لیکچرز جو C-60 کے چھ کیسٹوں میں دستیاب ہیں

ہدیہ پاکستانی کیسٹ -/۱۲۰ روپے (مکمل سیٹ)

تمام موضوعات پر مشتمل فہرست طبع شدہ موجود ہے خط لکھ کر طلب فرمائیں

سوات کے علاقے میں تنظیمِ اسلامی کے دعوتی کام کی توسیع

مرتب: میجر (ریٹائرڈ) فتح محمد

راقم پشاور کے چند ساتھیوں کے ساتھ ایک عشرہ کے لئے سوات کے علاقہ میں دعوتی پروگرام کی غرض سے گیا تھا۔ اس دعوتی پروگرام میں حافظ جمیل اختر اور بھائی وارث خاں رفیقِ سفر تھے۔ حافظ جمیل اختر تو پانچ دن کے لئے ہمارے ساتھ رہے جبکہ وارث بھائی اختتامِ پروگرام تک ساتھ رہے۔

ہم پشاور سے تنظیم کی سوزوکی میں جمعہ ۲۰ر جولائی بعد نماز جمعہ روانہ ہوئے اور پھر واپس یکم اگست کو پشاور پہنچے۔

اس پروگرام میں یہ حکمتِ عملی اپنائی گئی کہ گزشتہ دعوتی سفر میں (جو کہ ستمبر ۸۹ء میں ہوا تھا) جن حضرات سے رابطہ ہوا تھا ان کے توسّط سے ان کی مساجد میں دعوتی پروگرام کرائے جائیں۔ اس میں ہم نے اپنی سوچ کے مطابق ان حضرات سے بھی رابطہ رکھا جو کہ کسی درجہ میں ہمارے مجموعی فکر سے ہم آہنگی رکھتے تھے اور ان سے تعاون کی امید تھی۔ اس سفر کے دوران یہ بھی پیش نظر تھا کہ ہم رفقاءِ تنظیم سے رابطہ قائم کریں۔ اس ضمن میں تین رفقاء سے ملاقات ہوئی۔ ہم حد درجہ ممنون ہیں خواجہ عبد الباری صاحب کے کہ ان کے ہاں قیام نے ہمارے کام کو آگے بڑھانے میں بہت مدد دی۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے شکرگزار ہیں کہ اس سفر میں اس کی خصوصی نصرت ہر طرح سے ہمارے شاملِ حال رہی۔ ہمارا کل سفر ۱۱۰۰ کلومیٹر سے زائد رہا۔

اس سفر کے دوران چند ایسے احباب سے ملاقات ہوئی جن سے امید پیدا ہو گئی کہ وہ انشاء اللہ تنظیم کی دعوت کو آگے بڑھانے میں مددگار ثابت ہوں گے۔ تمام سفر کے اجمالی خاکہ کے بعد قدرے تفصیل کے ساتھ روداد ملاحظہ ہو:

تربیتی پروگرام کے لئے سوات کے علاقے کا چناؤ اس اعتبار سے کیا گیا کہ گزشتہ سال ستمبر میں دانش آباد کے شکیل احمد صاحب کے ہمراہ ایک سفر کیا تھا جس میں بنیادی طور پر میثاق کے قارئین سے ملاقات اور ان کی کیفیت کا اندازہ لگانا پیش نظر تھا کہ وہ کس حد تک تنظیم کے فکر کو سمجھ چکے ہیں۔ ملاقاتوں سے یہ بات سامنے آئی کہ اکثر و بیشتر حضرات کسی حوالہ سے میثاق کے خریدار بنے تھے مگر تنظیم کے فکر سے پوری

طرح واقف نہیں تھے ۔ البتہ سوات کے علاقہ میں قارئینِ میثاق کی اکثریت جماعت اسلامی کے متفق حضرات کی تھی ۔ اس سفر میں سابقہ ملاقاتوں اور ذاتی مشاہدوں کو سامنے رکھتے ہوئے کام کا آغاز کیا گیا۔

۲۰ر جولائی کو مینگورہ پہنچنے کے بعد خواجہ عبد الباری صاحب کے دولت کدہ پر گئے ۔ وہ گھر پر موجود نہ تھے' مگر ان کے بڑے بیٹے عطاء اللہ نے ہم کو ٹھہرنے کی پر زور دعوت دی بلکہ مجبور کیا۔ رات کے قیام کے بعد صبح ۲۱ر جولائی کو مشورہ کر کے یہ طے کیا گیا کہ پہلے محمد صدیق رفیقِ تنظیم اسلامی کو تلاش کیا جائے۔ اگر وہ مل جائیں تو پھر ان کے مشورے سے باقی پروگرام ترتیب دیئے جائیں ۔ اور اگر وہ نہ مل سکیں تو تنظیم کے دوسرے رفیق حضرت رحمٰن موضع چوگا کو ملا جائے ۔ عزیز عطاء اللہ کی وساطت سے چوگا تک کی سڑک کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں ۔ معلوم یہ ہوا کہ سوزوکی وہاں تک جا سکتی ہے ۔ چنانچہ اس بات کا ارادہ کر لیا کہ اگر موضع کبل میں محمد صدیق سے ملاقات نہ ہو سکی تو پھر ہم چوگا جائیں گے ۔ پہلے کبل میں محمد صدیق کا پتہ کیا گیا مگر معلوم ہوا کہ وہ تربیت گاہ سے واپسی پر پنڈی رک گئے ہیں اور آنے میں دو تین دن لگ جائیں گے ۔ لہٰذا موضع کبل سے ہم براہ راست چوگا روانہ ہوئے ۔ تقریباً اسی نوے کلومیٹر کی مسافت طے کرنے کے بعد الوچ پہنچے ۔ راستہ کافی دشوار گزار تھا اور تمام آمد و رفت کے لئے جیپ کا استعمال ہوتا ہے ۔ ہم اللہ پر توکل کر کے اس پر چلتے گئے' البتہ ہر دشوار گزار جگہ پر اپنی غلطی کا احساس ہو تا گیا۔ بالآخر ہم الوچ پہنچ گئے جو کہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے ۔ وہاں سے چوگا گاؤں تک کا راستہ قطعی طور پر اس قابل نہ تھا کہ سوزوکی پر مزید سفر جاری رکھا جائے ۔ لہٰذا الوچ سے جیپ کرایہ پر لی گئی اور سوزوکی کو الوچ کے تھانے میں کھڑا کر کے پولیس والوں سے نگرانی کی درخواست کی اور تقریباً سوا چار بجے چوگا پہنچے ۔ وہاں سب سے پہلے رفیقِ تنظیم حضرت رحمٰن سے ملاقات کی ۔ بعد عصر تا عشاء بارش کی وجہ سے کوئی پروگرام نہ ہو سکا۔ البتہ اگلے روز ۲۲ر جولائی کو تین مساجد میں پروگرام ہوئے جو ایک حد تک تنظیم کے تعارف کا درجہ رکھتے ہیں ۔ البتہ اس سے حضرت رحمٰن کو کافی حوصلہ ملا۔ امید ہے کہ اب وہ اپنے گاؤں میں تنظیم کی دعوت زیادہ مثبت انداز میں دے سکیں گے ۔ یہ گاؤں دو پہاڑی ٹیلوں پر واقع ہے' جبکہ حضرت رحمٰن کے گھر اور گاؤں کے بڑے حصے کے درمیان ایک پہاڑی نالہ ہے جس کو ہر دفعہ پار کرنا پڑتا تھا۔

چوگا میں دو دن قیام کے بعد ۲۳ر جولائی کو واپس کبل شریف آباد آئے تاکہ محمد صدیق سے ملاقات ہو سکے لیکن محمد صدیق صاحب ابھی تک راولپنڈی سے واپس نہیں آئے تھے ۔ لہٰذا مینگورہ واپسی کا فیصلہ کیا گیا۔ واپسی پر ایر پورٹ روڈ پر واقع مسجد خیر میں اس غرض سے رکے کہ اگر قاری گلزار احمد سے ملاقات ہو سکے تو وہ ہمارے لئے کچھ پروگرام طے کر سکیں ۔ قاری صاحب سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے نہایت فراخ دلانہ انداز میں تعاون کی پیشکش کی ۔ قاری صاحب سے سابقہ دورہ یعنی ستمبر ۸۹ء میں بھی ملاقات ہوئی تھی مگر نہایت مختصر ۔ قاری گلزار احمد اکوڑہ خٹک میں دار العلوم حقانیہ سے فارغ ہیں' لاہور میں جماعت اسلامی کے

حلقہ سے بھی وابستہ رہے ہیں اور جماعت اسلامی سے کٹ جانے کے بعد تبلیغی جماعت میں تقریباً ایک سال مسلسل لگا چکے ہیں۔ ان تمام خواص کے ساتھ وہ تنظیم اسلامی کے لئے ایک نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ ان کا تعاون ہمارے لئے کافی سود مند رہا۔ ان سے ملاقات میں ان کی مسجد میں دو خطابات طے پائے۔ مسجد خیر کے بنانے والے سابقہ وزیر حاجی محمد رحمٰن سے ایک ملاقات بھی طے پائی۔ یہ تمام پروگرام ۲۴ر جولائی بعد نماز ظہر تا نماز عشاء کے لئے طے پائے۔ رات کو قیام کے لئے خواجہ عبد الباری صاحب کے ہاں آئے۔ اس دفعہ خواجہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔

گزشتہ سفر میں مینگورہ ہسپتال کے ڈاکٹر نثار احمد صاحب اور سوات ایلوٹریشن پلانٹ کے سینئر منیجر فنانس محمد یونس صاحب سے بڑی مفید ملاقاتیں ہوئی تھیں' لہٰذا ۲۴ر جولائی کی ملاقاتوں میں ان دو حضرات سے رابطہ کو اولیت دی گئی۔ سب سے پہلے ہم ڈاکٹر نثار احمد صاحب سے ملنے گئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ انہوں نے بلا تأمل مورخہ ۲۵ر جولائی بعد نماز عشاء اپنے محلّہ کی مسجد میں پروگرام طے کرا دیا۔ ڈاکٹر نثار صاحب سے ملاقات کے بعد محمد یونس صاحب سے ملنے گئے۔ وہ بھی نہایت تپاک سے ملے۔ سابقہ ملاقات ان کو خوب یاد تھی۔ ہمارے مطالبے پر انہوں نے ۲۶ر جولائی کا دن طے کر لیا۔ البتہ مسجد اور وقت کے تعین کے لئے دوبارہ ۲۶ر جولائی کی صبح کو ملاقات کی ہدایت کی۔ یونس صاحب سے ملاقات کے بعد ہم محمد صدیق کے بھائی کی دکان پر گئے جہاں سے معلوم ہوا کہ محمد صدیق واپس آ چکے ہیں البتہ گاؤں میں ہیں۔ ہم نے ان کے بھائی کے پاس پیغام چھوڑ دیا کہ ہم ان کا انتظار مسجد خیر میں کریں گے۔ نماز ظہر کے بعد حاجی محمد رحمٰن صاحب سے ملاقات ہوئی جو کافی حوصلہ افزا رہی۔ قاری گلزار صاحب نے عصر کے بعد ایک مسجد میں ہمارا پروگرام طے کرا دیا۔ اسی طرح مینگورہ کی حقانی مسجد میں بھی بعد نماز عصر ایک پروگرام ہوا۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق بعد نماز مغرب مسجد خیر میں مقیم دینی مدارس کے طلبہ سے "دین بطور نظام زندگی" کے موضوع پر بات ہوئی اور اسی مسجد میں بعد نماز عشاء معمول کے درس کی جگہ وارث خان نے سورۃ العصر کا درس دیا جو کہ کافی سراہا گیا۔ رات کے کھانے کی دعوت حاجی صاحب کی طرف سے تھی۔ کھانے کے دوران یہ طے پایا کہ مولانا رشید احمد اشرفی صاحب سے ملاقات کے لئے ان کے گاؤں شاہین جایا جائے۔ اس کے لئے ۲۵ر جولائی کو صبح آٹھ بجے روانہ ہونا طے پایا۔ رات کا قیام خواجہ صاحب کے ہاں ہی رہا۔

۲۵ر جولائی کو پہلے شاہین گئے۔ وہاں پر مولانا رشید احمد اشرفی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنے علاقہ میں دعوتی پروگرام کے لئے آمادگی ظاہر کی مگر فرمایا کہ اس کے لئے بعد میں کوئی اور وقت رکھ لیا جائے۔ اس سفر میں قاری گلزار احمد صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے۔ شاہین میں ہائی سکول کے استاد روئیداد خان سے بھی ملاقات ہوئی۔ مینگورہ واپسی پر نماز عصر سے قبل حافظ جمیل اختر واپس پشاور کے لئے روانہ ہو گئے' چونکہ ان کی چھٹی ختم ہو رہی تھی اس کے بعد رفیق گرامی وارث خان اور راقم ہی اختتام پروگرام تک ساتھ رہے۔ محمد صدیق صاحب سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اپنی مسجد جو کہ گاؤں کی واحد مسجد ہے میں

خطاب جمعہ کے لئے پروگرام طے کرایا۔ اس کے علاوہ عشاء میں درس قرآن کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر رضامندی ظاہر کی گئی البتہ دن کا تعین صدیق بھائی نے گاؤں میں مشورہ سے طے کرنا مناسب سمجھا۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ڈاکٹر نثار احمد صاحب کی دعوت پر ان کے محلّہ کی مسجد میں بعد نماز عشاء بجلی کی عدم موجودگی کے باوجود ایک بھرپور درس قرآن ہوا جو کہ خطاب کی جامعیت اور حاضرین کی تعداد کے لحاظ سے بہت اچھا رہا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے ضیافت سے ہماری تواضع فرمائی۔ اس دعوت میں ڈاکٹر صاحب کے والد محترم اور مسجد کے امام صاحب بھی شریک ہوئے۔ رات کے قیام کے لئے حسب معمول خواجہ عبد الباری صاحب کے ہاں آئے۔

۲۶ر جولائی کو سب سے پہلے یونس صاحب سے ملے۔ انہوں نے اپنے محلّہ کے قریب واقع مسجد میں بعد نماز عصر پروگرام طے کر لیا تھا۔ بعد ازاں دو حضرات سے ملاقات ہوئی۔ ان میں قاری حکیم محمد مشتاق قابل ذکر ہیں کہ وہ ڈاکٹر کمال عثمانی کے دروس میں شامل ہوتے رہے ہیں اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے درس قرآن میں شرکت اور ان سے ملاقات کی شدید خواہش رکھتے ہیں' لیکن چونکہ وہ ایک مصروف حکیم ہیں اس لئے اس خواہش کو عملی جامہ نہیں پہنا سکے۔ ان سے ملاقات خاصی مفید رہی۔ حکیم صاحب کا مطب مینگورہ کے ایک معروف چوک میں ہے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے لئے جب مسجد خیر گئے تو قاری گلزار صاحب نے ایک عالم دین مولانا نعیم اللہ سواتی سے ملاقات کے لئے خواہش کا اظہار کیا۔ تھوڑے سوچ بچار کے بعد مولانا صاحب سے ملاقات کے لئے ان کے گاؤں درشخیلہ روانہ ہوگئے اور نماز عصر سے قبل ایک گھنٹہ کی ملاقات کے لئے بخوبی وقت نکل آیا۔ مولانا نعیم اللہ جامعہ الفاروقیہ کراچی سے فارغ ہیں۔ تبلیغ میں ایک سال لگا چکے ہیں اور ابھی حال ہی میں مولانا سلیم اللہ صاحب مہتمم جامعہ الفاروقیہ ان کے ہاں ایک ہفتہ قیام کر کے گئے تھے۔ مولانا نعیم اللہ صاحب نے قاری گلزار صاحب کی دعوت پر وارث خان صاحب کو برائے خطاب قبول کیا اور ۲۷ر جولائی بعد نماز عصر کے لئے پروگرام طے ہوا۔ واپسی پر محمد یونس صاحب کی مسجد میں پروگرام بھی بخیر و خوبی ہوا۔ محمد صدیق صاحب نے اپنے گاؤں کی مسجد میں بعد نماز عشا درس قرآن کے لئے پروگرام طے کر دیا تھا اور یونس صاحب والی مسجد ہی میں ہمارے منتظر تھے۔ چنانچہ بعد از خطاب ہم شریف آباد روانہ ہوئے۔ شریف آباد میں ایک بھرپور درس قرآن ہوا۔ رات کا قیام محمد صدیق کے ہاں رہا۔

۲۷ر جولائی کو فجر کی نماز کے بعد سورۂ فاتحہ کا درس ہوا۔ نماز جمعہ کا خطاب بھی بھائی وارث خان نے کیا۔ طعام سے فراغت نماز جمعہ سے قبل ہو گئی تھی۔ اس لئے نماز جمعہ کے بعد ہم اب درشخیلہ جانے کے لئے تیار تھے۔ پہلے مسجد خیر سے قاری گلزار صاحب کو ساتھ لیا اور پھر مینگورہ سے درشخیلہ روانہ ہوئے۔ نماز عصر کا بیان درشخیلہ کی مسجد میں ہوا۔ مولانا کو چند کتابیں بطور تحفہ پیش کیں۔ امید کی جاسکتی ہے کہ مزید ملاقاتوں سے مولانا تنظیم کی انقلابی دعوت کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم!۔

درشخیلہ سے واپسی پر رات کا قیام مسجد خیر میں ہوا۔

۲۸ر جولائی کو چند طالب علموں سے ملاقات ہوئی۔ محمد صدیق صاحب نے جمال نامی ایک صاحب سے ملاقات کے لئے آمادہ کیا۔ نماز مغرب سے قبل جمال صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مغرب کی نماز میں خواجہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان کی مسجد میں پروگرام رکھنے کی ان کی اپنی خواہش بھی تھی۔ ہم نے ان سے عشاء کے بعد خطاب کے لئے اجازت چاہی جو انہوں نے بخوشی دے دی۔ اور اس طرح عشاء کا خطاب ان کی مسجد دعوتِ اسلام محلّہ زمرد خان میں ہوا۔ محمد صدیق نے مزید دو دیہات میں ۲۹ر جولائی کے لئے پروگرام طے کرا دیئے۔

۲۹ر جولائی کو موضع توتانوہ بانڈہ میں پروگرام بعد نماز ظہر تھا۔ اس سے قبل قارئینِ 'میثاق' سے ملاقات کے لئے قبل از ظہر کا وقت رکھا گیا تھا۔ ان میں قابل ذکر محمد کریم صاحب ہیں جو کہ پیشہ کے لحاظ سے استاد ہیں۔ ان کو کتابچوں کا سیٹ لائبریری کے لئے دیا گیا۔ انہوں نے اگلے روز کے لئے اپنے محلّہ کی مسجد میں بعد از مغرب پروگرام طے کر دیا۔ اس کے بعد توتانوہ بانڈہ روانگی ہوئی اور مسجد نورِ اسلام میں درس قرآن ہوا۔ پھر وہاں سے دوسرے موضع کے لئے روانگی ہوئی۔ ڈھیرہ میں دو مساجد اور ایک مقامی حجرہ (چوپال) میں دعوتی پروگرام ہوا۔ رات کا قیام محمد صدیق صاحب کے ہاں شریف آباد میں ہوا۔

۳۰ر جولائی کو کبل عقیل میں مقامی مسجد میں بعد نماز ظہر درس قرآن ہوا اور ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو کہ تبلیغی جماعت سے وابستہ ہونے کے باوجود اقامتِ دین کے تصور سے آشنا تھے۔ انہوں نے تبلیغی جماعت میں اس کی کی نشاندہی بھی کی۔ کبل گاؤں کی ایک اور مسجد میں محمد صدیق کے ایک دوست کی وساطت سے بعد نماز عصر کا پروگرام طے تھا، جس سے فراغت کے بعد کبل گاؤں سے مینگورہ کے مضافاتی گاؤں برمانے آئے جہاں پر محمد کریم صاحب کو منتظر پایا۔ خطاب بعد نماز مغرب ہوا۔ اس کے بعد مسجد خیر گئے اور قاری صاحب سے درس قرآن کے حوالے سے دینی فرائض اور دین بطور نظام زندگی کے موضوع پر اظہار خیال کے لئے اجازت چاہی، جس کو قاری صاحب نے بخوشی دے دیا۔ یہ درس قرآن حاجی محمد رحمٰن صاحب نے بڑے غور اور دلچسپی سے سنا۔ مسجد خیر مینگورہ کی اچھی مساجد میں سے ایک ہے جس کے ہال میں تقریباً ۵۰۰ سے زائد نمازی سما سکتے ہیں۔ مسجد کا صحن کشادہ اور اعلیٰ قسم کی گھاس سے مزین ہے جو کہ نظری اور قلبی تسکین کا ذریعہ بنتا ہے۔ نمازیوں کی تعداد بھی کافی ہوتی ہے۔ ۳۰ر جولائی کا قیام مسجد خیر میں رہا کیونکہ یہاں سے واپسی کا پروگرام طے پا گیا اور ۳۱ر جولائی کو فجر کے بعد بونیر کے راستے جاتے ہوئے راستے میں میثاق کے قاریوں سے ملاقات اور رفقاء تنظیم سے رابطہ استوار کرنا اس سفر کے مقاصد ٹھہرے۔

۳۱ر جولائی کو طے شدہ پروگرام کے مطابق بعد نماز فجر روانگی ہوئی۔ راستے میں تور ورسک میں ہیڈ ماسٹر فضل حکیم صاحب سے ملاقات ہوئی جن کا جماعت سے گہرا تعلق ہے۔ مگر اس بات کا پختہ یقین رکھتے ہیں

کہ انتخابات کے ذریعے اسلامی نظام کالانا ناممکن نظر آتا ہے۔ راستے سے ہٹ کر ایک موضع بام پوخہ ہے جہاں کبھی میثاق کے تیرہ قارئین ہوتے تھے اور یہ سب ایک صاحب بخت زادہ جو کہ پیشہ کے لحاظ سے استاد ہیں اور ان کے بڑے بھائی کی کاوشوں کا نتیجہ تھے۔ مگر پھر یہ لوگ جماعت اسلامی پر کڑی تنقید کے حوالے سے میثاق پڑھنے سے "تائب" ہوگئے۔ البتہ بخت زادہ اور ان کے بڑے بھائی میرزادہ ابھی تک میثاق بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں اور ان کا نظریہ بھی وہی ہے جو کہ فضل حکیم کا ہے۔ فضل حکیم صاحب ہم کو میرزادہ صاحب سے ملاقات کے لئے لے گئے ۔ پھر ان دو حضرات نے بہرمند صاحب سے ملاقات کے لئے ہماری معیت اختیار کی۔ بہرمند صاحب جماعت اسلامی کے رکن ہیں۔ ان سے گفتگو کے دوران کافی بحث ہوئی۔ البتہ ان تین حضرات نے اپنے اجتماعات اور خاص طور پر محترم ڈاکٹر صاحب کی پشاور آمد کے بارے میں اطلاع دینے کی خصوصی تاکید کی تاکہ مزید افہام و تفہیم ہو سکے۔ ان تین حضرات سے ملاقات کے بعد اب ہم کو ناوگئی جانا تھا تاکہ میران شاہ صاحب سے ملاقات ہو سکے۔ ان صاحب نے سپن جماعت میں ڈاکٹر صاحب سے براہ راست بیعت کی تھی مگر اس کے بعد ایسے سکوت اختیار کیا کہ اس ملاقات سے قبل تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ بقید حیات بھی ہیں یا کہ نہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی جو اگرچہ زیادہ امید افزا تو نہ تھی مگر پھر بھی اپنی حد تک ان کو فعال ہونے کی تاکید کی۔ رات کا قیام ان ہی کے ہاں رہا اور پھر پروگرام بنایا کہ یکم اگست کو بعد از فجر واپسی کی جائے۔

البتہ ایک ملاقات کا ذکر رہ گیا۔ ناوگئی جاتے ہوئے ڈگر میں ایک صاحب شیر بہادر سے بھی ملے۔ ان کو ہم رشید احمد اشرفی صاحب کے حوالے سے جانتے ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے بھائی کے مرشد صاحب کا گاؤں بھی راستے میں پڑتا تھا۔ ان سے ملاقات کے لئے بھی گئے اور تین عدد کتابچے ہدیہ کئے۔

خصوصی ملاقاتیں

سراج الدین صاحب میثاق کے قاری اور سابق رکن جماعت ہیں، جنہیں جماعت سے نظم کی کسی خلاف ورزی کی بنا پر علیحدہ کر دیا تھا۔ انہوں نے حال ہی میں ڈاکٹر صاحب کو اپنا ایک کتابچہ "پاکستان کا فرسودہ اقتصادی نظام" بھیجا ہے جس کے جواب میں عاکف سعید صاحب نے سراج صاحب کو خط بھی لکھا ہے۔

فضل ربی راہی: یہ ندا کے قاری ہیں اور ان کا ایک خط ۳۱ جولائی والے ندا میں -/۱۰۰۰ روپے کی پیشکش کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ نہایت سلیم الفطرت انسان ہیں۔ ابھی بی اے کا امتحان دیں گے۔ ان سے ہم کافی متأثر ہوئے۔ ان سے اقتدار صاحب کا اگر رابطہ ایک دفعہ بھی ہو جائے تو یہ ندا کے لئے بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

فضل حکیم صاحب، میرزادہ صاحب اور محمد کریم صاحب: کافی حد تک متأثر ہیں، صرف ایک ایسے

موقعے کی تلاش میں ہیں جس سے اپنے ان خیالات کو منظرِ عام پر لائیں۔ امید ہے کہ ستمبر کا اجتماعِ سرحد اس کے لئے وجہ بن جائے گا۔

ایک وضاحت : تمام خطابات اور دروسِ قرآن بھائی وارث خان نے دیئے اور راقم کو اپنی کوتاہی کا احساس گہرے سے گہرا ہوتا گیا۔ اس دفعہ عزم تو کیا کہ خطاب کے لئے موزوں حوالے یاد کروں اور دعوتی پروگرام میں بھرپور حصہ لوں۔ آپ حضرات سے دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے۔

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیرِ اہتمام

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی پاکستان میں منعقد ہونے والے

آئندہ پروگرام

(۱)

ہفت روزہ تربیت گاہ

۲۸ر ستمبر ۹۰ء سہ پہر تا ۴ر اکتوبر ۹۰ء شام

(۲)

توسیعی مشاورت

۶ر تا ۹ر اکتوبر ۹۰ء

تنظیم اسلامی کے طے شدہ مشاورتی نظام کے مطابق رفقائی آراء سے استفادہ کی خاطر اس میں رفقاء کے لیے اظہارِ خیال کا موقع ہوگا۔

مزید برآں یہ طے پایا ہے کہ ان شاء اللہ العزیز

آئندہ سالانہ اجتماع

۲۲ر فروری ۹۱ء جمعۃ المبارک تا ۲۵ر فروری سوموار سہ پہر منعقد ہوگا !۔

افکار و آراء

مسئلۂ زن — ایک غور طلب پہلو

— از قلم : علامہ غلام شبیر بخاری —

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ہر سال محاضرات قرآنی کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس سال بھی مارچ کے آخری ہفتے میں جناح ہال میں محاضراتِ قرآنی کا انعقاد ہوا۔ موضوع اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی تھا اور اس کا ذیلی موضوع "مرد اور عورت کے درمیان حقوق و فرائض کا منصفانہ توازن" جس میں مجھے بھی محترم مفتی محمد حسین نعیمی، محترم ظفیر احمد (کراچی) اور محترم محمد اسحاق بھٹی کے ساتھ بطور مستفسر مدعو کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے اسلام میں مرد اور عورت کے درمیان حقوق و فرائض کے منصفانہ توازن پر سیر حاصل بحث کی اور قرآن و سنت کی روشنی میں بتایا کہ دونوں کے یکساں حقوق ہونے کے باوجود اُن کے کام کے دائرے الگ الگ ہیں۔ قوّام مرد ہیں عورت نہیں اور ان کی یہ تقریر ایک گھنٹہ سے زیادہ عرصہ تک جاری رہی۔ موضوع کے مختلف پہلوؤں کو بڑی شگفتہ بیانی کے ساتھ سمیٹتی ہوئی یہ گفتگو بالآخر اس منطقی نتیجہ پر پہنچی کہ عورت کی سربراہیٔ مملکت کوئی خوبی کی بات نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے اس خطاب کے بارے میں میرے ذہن میں صرف ایک ہی سوال ابھرا کہ کیا یہ تصریحات بائیس علماء کے اکتیس نکات میں شامل نہ تھیں؟ اور اگر علماء کی متفقہ تجاویز پر بڑی کامیابی کے ساتھ پاس ہو جانے والے دستورِ مملکت میں یہ اہم فروگزاشت رہ گئی ہے اور اب اگر اس میں ترمیم کی جانا ہے تو اس کے لئے راستے کھلے ہیں۔ رائے عامہ کو ہموار کیجئے اور اس کے مطابق دستور میں سربراہیٔ زن کے بارے میں فیصلہ کر دیجئے۔

جس حد تک ان تفصیلات و جزئیات کا تعلق ہے جن کا احاطہ پروفیسر محمد اسلم، پروفیسر ارشاد احمد حقانی، پروفیسر رفیع اللہ شہاب، ڈاکٹر محمد یوسف گورایا اور حافظ محمد صلاح الدین یوسف نے کیا ہے تو بلاشبہ یہ مسئلہ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی اور وفاقی شریعت بورڈ کے اربابِ فہم و فکر کے غور و فکر کا مستحق ہے۔ ان اداروں کو چاہئے کہ کتاب و سنت کی روشنی میں اس مسئلے میں عامۃ المسلمین کی صحیح رہنمائی کریں۔

دراصل مرد و عورت کے حقوق و فرائض میں صحیح توازن ہی حسنِ معاشرت کی روح ہے۔ عورتیں تہذیبِ انسانی کی مقدس ترین وارث ہیں۔ کمیونسٹ ممالک میں بھی عورتوں اور مردوں کے فرائض و حقوق کے دوائر الگ الگ ہیں۔ البرٹ لو کے نزدیک سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کے اس مہتم بالشان

دور میں اب تک ایسا نہیں کیا جاسکا ہے کہ تولید و پرورش و تربیتِ نسلِ انسانی کے لئے جو اعضاو جوارح خواتین کو خلقی طور پر ودیعت ہوئے ہیں مصنوعی طور پر مردوں میں منتقل کئے جاسکے ہوں کیونکہ اس کے بغیر برابری کا ہر دعویٰ فریب ہے۔ ۱۹۸۲ء میں مجھے بارو آف برنٹ کی ڈائریکٹر تعلیمات مس رائی کس سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اُن دنوں ملکہء انگلستان خاتون تھیں' وزیر اعظم انگلستان خاتون تھیں' لنڈن کی میئر خاتون تھیں اور جب میں نے ماہرینِ تعلیمات 'جن میں اکثریت خواتین کی تھی' سے کہا کہ کم از کم اس ملک میں تو عورتوں کے حقوق محفوظ ہوں گے تو مجھے حیرانی ہوئی کہ سب نے متفق اللفظ ہو کر کہا' ہر گز نہیں۔ خواتین کے حقوق جتنے انگلستان میں ضائع ہو رہے ہیں شاید ہی کہیں اور ہو رہے ہوں۔ اسی طرح کی بات میری وائٹ ہاؤس نے کہی جنہوں نے کلین اپ ٹی وی کی تحریک میں نمایاں کام کیا۔ لیکن قدم قدم پر مزاحمت اور ہمت شکنی ہوئی۔ ۱۹۸۵ء کا سال یو این او نے خواتین کا سال قرار دیا تھا اور اس پر سب سے بڑی طنز یہ تھی کہ خود اقوام متحدہ کے ادارے میں خواتین کو ان کی تعداد کی نسبت سے جابز (JOBS) مہیا نہیں تھے اور نہ اب تک دیئے جاسکے ہیں۔ اس طنز کے جواب میں یو این او کے ایک ترجمان نے پوری تاریخ انسانیت میں جرنیلوں' کشور کشاؤں' فلسفیوں اور دانشوروں کے حالات پر مشتمل تحقیقی جائزہ پیش کیا اور دعویٰ کیا کہ زندگی کے کسی دور میں بھی عورتوں کا کام نسلِ نو کی تربیت کے علاوہ نہیں رہا ایک اور مبصر نے کہا ہم نے آج خواتین کو گھروں سے نکال کر اور انہیں مردوں کا کام سونپ کر ان پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق یہ روش مرگِ امومت کی طرف ایک بہت ہی تباہ کن قدم ہے۔ حضرت علامہ اقبال نے کہا تھا ۔

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت
ہے حضرتِ انساں کے لئے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

ہمارے ہاں خواتین ڈویژن کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

ضرورتِ رشتہ

ایک بی ایس سی' بی ایڈ نوجوان کے لیے دینی مزاج کی حامل تعلیم یافتہ دوشیزہ کا رشتہ درکار ہے۔ والدین پہلے ہی خط میں مکمل کوائف سے آگاہ کریں۔

منیر حسین نجمی

سٹوڈنٹ بک ڈپو، چوک سرور شہید کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

HOUSE OF QUALITY BEARINGS

KHALID TRADERS

IMPORTER, INDENTOR, STOCKIST, SUPPLIER,
OF ALL KINDS OF BALL, ROLLER & TAPER BEARINGS

WE HAVE :
- BEARINGS FOR ALL INDUSTRIES & MARINE ENGINES.
- AUTOMOTIVE BEARINGS FOR CARS & TRUCKS.
- BEARINGS UNIT FOR ALL INDUSTRIAL USES.
- MINIATURE & MICRO BEARINGS FOR ELECTRICAL INSTRUMENTS.

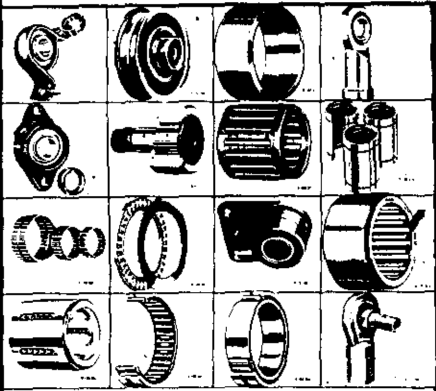

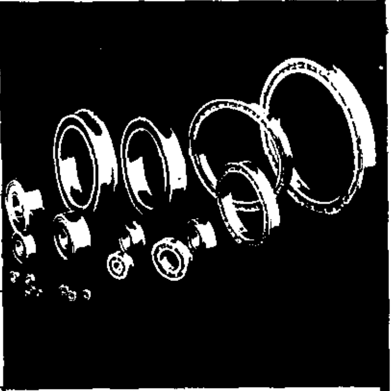

INA PRODUCTS

EZO HIGH PRECISION

MINIATURE BEARINGS
EXTRA THIN TYPE BEARINGS
FLANGED BEARINGS
BORE DIA .1 mm TO 75 mm

DISTRIBUTOR

RCD KBC EZO

STOCKIST

FAG TR NACHI Koyo NSK INA SKF NTN

CONTACT : TEL. 732952 - 735883 - 730595
G.P.O BOX NO.1178.OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI - PAKISTAN
TELEX: 24824 TARIQPK. CABLE: DIMAND BALL.

ہم مغرب سے مقابلہ کرتے ہیں

....اور اُن ہی کی سرزمین پر!

ہم اپنے گارمنٹس بیڈلنن اور ٹیکسٹائل کی دیگر مصنوعات مغربی ممالک، اسکینڈی نیوین ممالک، شمالی امریکہ، روس اور مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں کو برآمد کرتے ہیں اور ہماری برآمدات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن بیرونی منڈیوں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے ہمیں انتھک محنت کرکے اپنی فنی مہارت اور معلومات میں مستقل اضافہ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ ایسی محنت جو ہمیں تھک کر دم نہیں لینے دیتی ایسی محنت جو ہماری کارکردگی کے معیار کو اور بلند کرتی ہے، ایسی محنت جو کوالٹی ڈیزائن اور پابندیٔ وقت کے سلسلے میں کرم فرماؤں کے مطالبات اطمینان بخش طریقے پر پورا کرنے کا ہمیں اہل بناتی ہے۔

جہاں شرط مہارت
وہاں جیت ہماری

Jawad®

Made in Pakistan
Registered Trade Mark

معیاری گارمنٹس تیار کرنے اور برآمد کرنے والے

ایسوسی ایٹڈ انڈسٹریز (گارمنٹس) پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ

A-3/IV/C ناظم آباد، کراچی - 18 - پاکستان - فون 610220-616018-628209
کیبل "JAWADSONS" ٹیلیکس 24555 JAWAD PK فیکس 610522 (92-21)

MONTHLY
Meesaq
LAHORE

Regd.L.No 7360
VOL. 39 NO. 9
SEPTEMBER 1990

QD – 6